حسین لمحے گلابی رُتیں

پچھلے دس سالوں میں وہ کل ملا کے چار بار ملتان آئی تھی۔ ایک بار چھوٹے ماموں کی شادی، اگلی بار مونا خالہ کا نکاح، اس سے اگلی بار نانی جان کی وفات اور چوتھی بار اس وقت آنا ہوا جب وہ میٹرک کے امتحانات دے کر فارغ تھی۔ ابو کی شارجہ میں جاب تھی۔ امی انہیں چھوڑ کر سال کے سال پاکستان چکر لگانا پسند نہیں کرتی تھیں۔ شوہر پرست خاتون تھیں اور شوہر کی سہولت اور آرام انہیں میکے سے زیادہ عزیز تھا۔ رہ

ناولٹ

گئے ان کے تینوں بچے تو یہ لوگ بھی اپنی پڑھائیوں اور امتحانات کے ٹف شیڈول میں الجھے ہوئے ہوتے۔ سو ننھیال پاکستان میں ہونے کے باوجود آنے کے لیے کوئی مضبوط بہانا ہی چاہیے ہوتا تھا اور سارہ کے پاس اس بار خاصا مضبوط بہانا تھا۔

گریجویشن کے پیپر زدے کر وہ فارغ تھی۔ دوسری طرف نانا جان امی سے سخت خفا۔ "بوڑھے باپ کی تنہائی کا احساس نہیں۔" وہ فون کر کے ہر تیسرے دن امی پر برستے اور امی ہکابکا سنتی رہ جاتیں۔ یہ بھی نہ کہہ پاتیں کہ چار بیٹوں اور ڈھیروں پوتے پوتیوں کے درمیان تنہائی کیسی؟ لیکن امی نانا جان کی چہیتی ہی اس لیے ہی تھیں کہ سنتی سب کچھ تھیں، بولتی کچھ نہ تھیں۔ ویسے تو نانا جان شروع سے ہی ایسے تھے لیکن بڑھاپے میں خصوصاً" نانی جان کی وفات کے بعد تو اور سنکی ہو گئے تھے۔ خیر اس بار امی نے سارہ کو پاکستان بھیجنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔

سارہ کو ہر دفعہ گھر میں بہت سی تبدیلیاں نظر آتیں۔ بڑے ماموں کا غصہ پہلے سے بڑھ کر ہوتا۔ نانا جان کچھ اور چڑچڑے ہو چکے ہوتے۔ بڑے سے حویلی نما گھر کے قدیم طرز تعمیر میں زمانے کے جدید رجحانات کے مطابق تبدیلیاں ہوتی رہتیں۔ کتنا عجیب سا تضاد تھا اس گھر میں۔

کمروں میں اوپر کی جانب نظر دوڑائی جاتی تو بڑے بڑے شہتیروں اور لکڑی کی کڑیوں والی اونچی چھتیں نظر آتیں۔ نظریں دیواروں سے ہوتی ہوئی نیچے پہنچتیں تو کارپٹڈ کمرے، جدید فرنیچر، زبردست انٹیریر

ڈیکوریشن اور ریشم کے دبیز پردے اس تضاد کو اور نمایاں کردیتے لیکن باقی سب کی طرح سارہ کی نظروں میں بھی یہ سب کچھ رچا ہوا تھا۔

بڑے بڑے برآمدے اور وسیع و عریض صحن عبور کر کے بڑی سی ڈیوڑھی اور پھاٹک نما دروازہ تھا۔ اس بار سارہ کی آمد ہوئی تو چھوٹے ماموں کی معیت میں گھر میں داخل ہونے تک اسے یہی لگا جیسے کسی اور جگہ آگئی ہو۔ پھاٹک اور ڈیوڑھی کی جگہ دیو قامت آہنی گیٹ اور پھسلتی چمکتی ٹائلوں والے پورچ نے لے لی تھی۔

وہ صحن جسے گرمیوں میں عبور کرتے ہوئے سر سے پاؤں تک پسینہ بہہ بہہ کر حال خراب کردیتا تھا' اب اس کی لمبائی چوڑائی انتہائی ضرورت کے مطابق رہ گئی تھی۔ ایک طرف چھوٹا سالان بنا لیا گیا تھا۔ دوسری طرف دو کمروں' کچن اور باتھ روم پر مشتمل چھوٹا سا لشکارے مارتا پورشن جس کے آگے باقی گھر اور مدھم پڑ گیا تھا۔

یہ ساری تبدیلیاں تو سارہ نے گاڑی سے اتر کر کمرے میں جانے تک کے مختصر سے سفر میں نوٹ کرلی تھیں۔ باقی تبدیلیاں اس کو آہستہ آہستہ پتا چل رہی تھیں۔ مثلاً "منزہ ممانی کا موڈ جو آج کل خوشگوار رہنے لگا ہے' اس کا سبب عمر بھائی کی مستقل پاکستان آمد ہے۔ سعدیہ ممانی اور عافیہ ممانی کے تعلقات جو خاصے روایتی سے تھے' آج کل بہناپے اور دوستی کی نئی نئی حدیں عبور کررہے ہیں۔ وجہ یہ ہرگز نہیں کہ اس عمر میں دونوں ممانیوں نے "اتفاق میں برکت ہے" ٹائپ کی کوئی سبق آموز کہانی پڑھ لی۔ ایسی کہانیاں تو اوائل عمری میں' جس وقت کبھی نصابی کتب میں پڑھی تھیں' اس وقت درخور اعتناء نہ جانا۔ اب تو دونوں خواتین جوان اولاد کی مائیں تھیں۔ بھلا اخلاقی کہانیوں کا کیا اثر ہوتا۔

دونوں ممانیوں کے تعلقات جو کبھی خوشگوار نہیں رہے تو اس کی وجہ مزاجوں میں تفاوت نہیں بلکہ ہم مزاجی تھی لیکن اب بچوں کے جوان ہونے کے بعد یکایک دونوں کو ہی احساس ہوا کہ تعلقات بگاڑنے میں کیا مزے داری۔ عظمت اور بڑائی کا تقاضا تو یہ ہے کہ سب مل جل کر ہنس کھیل کر زندگی گزاریں۔

اس عظیم فلسفہ کے پیچھے اصل کہانی یہ تھی کہ سعدیہ ممانی کو اپنی ضویا کے لیے عافیہ ممانی کا سعد پسند تھا اور عافیہ ممانی کے نزدیک ثانیہ کے لیے سعدیہ ممانی کا عون فیورٹ تھا۔ لڑکے دونوں ہیرا تھے تو لڑکیاں بھی بہت پیاری تھیں بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ نوجوان نسل کے کسی بھی فرد کے دل میں رتی بھر بھی کھوٹ نہیں تھا۔ سب ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ یہ ناناجان کی تربیت تھی۔ بہوؤں کی تربیت تو ان کے اختیار میں نہیں تھی۔ بیٹوں اور پوتے پوتیوں میں ان کا رنگ جھلکتا تھا۔

خیر بات ہو رہی تھی تبدیلیوں کی۔ آخری بار جب سارہ شارجہ سے پاکستان آئی تو چھوٹے ماموں کے گھر شاہ زمان اور شاہ مُغل تھے۔ اس بار تین سالہ شاہ میر کا اضافہ ہوچکا تھا۔ چھوٹے ماموں باقی تینوں بھائیوں سے کافی چھوٹے تھے کیونکہ بیچ میں پانچ خالاؤں کی طویل قطار تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کو نانی جان پر رحم آیا تو چھونگے کے طور پر چھوٹے ماموں کو ان کی گود میں ڈال دیا' ورنہ وہ تو مونا خالہ کے بعد اپنی طرف سے فل اسٹاپ لگائے بیٹھی تھیں۔

بہرحال آج کل چھوٹے ماموں کے تینوں بچے گھر کی رونق تھے۔ تینوں جٹھانیاں ان بچوں پر جان چھڑکتی تھیں۔ پتا نہیں کیا بات ہے کہ اپنے بچے جوان ہوجانے کے بعد خواتین کا دل خود بخود ہی کسی چھوٹے بچے کی طرف ہمکنے لگتا ہے۔ حالانکہ جب اپنے بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو ماؤں کی حسرت آمیز خواہش یہی ہوتی ہے کہ بچے جب بڑے ہوجائیں گے' تب ہی سکون ملے گا۔ شاید یہی خواتین کی فطرت ہے۔

بہرحال ڈھیر سارے کزنز کے بیچ سارہ کے شب و روز خاصے خوشگوار گزر رہے تھے۔ بڑے ماموں کی روشی بجو اور عفی آپی شادی شدہ تھیں پھر ماہین تھی جو سارہ کی ہم عمر تھی۔ عمر تینوں بہنوں سے بڑا تھا لیکن

ہنوز کنوارا تھا۔ وہ گھر بھر میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا' اس کا اندازہ سارہ کو اب تک کے قیام میں بخوبی ہو گیا تھا۔ گھر بھر سے بظاہر تالاں ناناجان صرف اسی کے نام کی مالا جپتے تھے۔

ناناجان بڑھاپے اور بیماری کے باعث انتہائی چڑچڑے ہو چکے تھے۔ کسی کے قابو میں نہ آتے۔ دوا کھلانی ہو' ڈاکٹر کے پاس لے جانا ہو یا کھانا کھلانا ہو' سب کے سب ہزار کوششوں کے باوجود سر پیٹ کر رہ جاتے۔ صرف عمر تھا جو نجانے کیا جادو رکھتا تھا کہ نانا جان اس سے خوش تھے۔ خیر عمر سے صرف ناناجان ہی خوش نہیں تھے بلکہ چاروں ماموں ان کے معترف' تینوں ممانیاں ان پر واری صدقے۔ چوتھی تو خیر ان کی اپنی والدہ محترمہ تھیں' ان کی محبتوں کے کیا کہنے۔ بڑے ماموں کے بعد ابصار ماموں تھے۔ ان کے تین بچے تھے۔ عون' ولید اور ضویا۔ پھر عذیر ماموں تھے جو بچے دو ہی اچھے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ ان کے دو بچے تھے' سعد اور ثانیہ۔

چھوٹے ماموں اور مصباح ممانی بیٹی کی شدید آرزو رکھتے تھے لیکن تین شاہانہ مزاج "شہزادوں" کے بعد مزید کوئی رسک افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ ناموں کا اثر مزاج پر پڑتا ہے' اس کا تجربہ انہیں بخوبی ہو گیا تھا۔ مزید انہوں نے کہیں سے سن لیا کہ شاہی گھرانوں میں اولاد اپنے والدین کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کرتی۔ بس اسی وجہ سے دونوں میاں بیوی ان تین بیٹوں پر ہی قناعت کر چکے تھے۔

☆ ☆ ☆

آج صبح ہی سے گھر میں ہنگامہ سا مچا ہوا تھا۔

صبح کا وقت ویسے بھی افراتفری کا ہوتا تھا اور جو کبھی کبھار ناناجان سب کے ساتھ ناشتے کی میز پر آ بیٹھتے تو افراتفری دوچند ہو جاتی۔ آج بھی دن کا آغاز ایسے ہی ہنگامہ پرور انداز میں ہوا تھا۔ انجام نجانے کیا ہوا۔

ضویا بیٹھی بیٹھی ٹھنڈی سانسیں بھر رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا؟" ناناجان کی نظر سیدھی اس پر پڑی۔

"کچھ نہیں ابا جان!" وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔ دادا کو وہ سب ابا جان ہی کہا کرتے تھے۔

"پھر صبح صبح اتنی سستی سے کیوں بیٹھی ہو۔ کالج نہیں جانا۔" ضویا ان کی نظروں میں آ گئی تھی' اس لیے بچنا محال تھا۔

"پیپرز ہو گئے ہیں ابا جان! اب تو فارغ ہوں۔" وہ منمنائی۔

"فارغ ہو تو پھر ناشتہ بنا لیا کرو۔ ایک تمہاری مائیں ہیں' روز دیکھتا ہوں' صبح سے ہی اٹھ کر کچن میں جت جاتی ہیں۔ اس عمر میں بھی آرام نہیں ہے۔ ذرا بلا کر لاؤ انہیں۔ میں سمجھاؤں گا کہ اب بیٹیوں سے بھی کام کروالیا کریں' ورنہ اگلے گھر جا کر ناک کٹوا دیں گی۔"

وہ شروع ہو گئے تھے۔ سارہ کو زور کی ہنسی آئی جسے چھپانے کے لیے وہ کپ پر جھک گئی۔ ضویا بری پھنسی تھی۔

"ہاں تو کیا کہہ رہا ہوں۔ بلا کر لاؤ اپنی ماؤں کو۔" ضویا کو اپنی جگہ پر براجمان دیکھ کر انہیں غصہ آ گیا۔

"امی اور چچی سو رہی ہیں ابا جان! ناشتہ ماہین اور ثانیہ بنا رہی ہیں۔" ضویا کو بتانا ہی پڑا۔ سارہ بغور ناناجان کے تاثرات دیکھ رہی تھی جو محض ایک لمحے کو گڑبڑائے تھے پھر ان کی بڑبڑاہٹ دوبارہ شروع ہو گئی۔

"کمال ہے' اتنی دیر تک سوئیں گی تو پھر گھر میں برکت کیسے ہو گی اور کیسی مائیں ہیں' اولاد کا خیال نہیں۔ اتنی مشکل پڑھائیاں کر کے ذرا ذرا سی تو شکلیں نکلی ہوئی ہیں بے چاریوں کی' اوپر سے گھر بھی سنبھالیں۔ صحت دیکھو تو چھٹانک بھر کی ہیں۔ بوجھ پورے گھر کا لادر کھا ہے۔ دودھ کیوں نہیں پیتی ہو تم لوگ؟ اور سارہ! تم خالی پیٹ چائے کیوں پی رہی ہو؟" پوتیوں کے لیے اچانک اٹھنے والی ہمدردی کی لہر ذرا تھمی تو انہیں نواسی کا بھی خیال آیا۔

"ناناجان! میں سلائس لے چکی۔" سارہ نے سعادت مندی سے فوراً جواب دیا۔ اسے اپنے غصیلے اور چڑچڑے سے نانا سے خصوصی انسیت محسوس

ہوتی تھی۔ کبھی کبھار تو اسے نانا جان پر ویسا ہی پیار آجاتا تھا' جیسا شاہ میر اور شاہ کل وغیرہ پر۔

"سلائس سے بھلا پیٹ بھرتا ہے' پراٹھے کھایا کرو۔ اپنی ماں کو دیکھا ہے تم نے۔ دیسی گھی کے پراٹھے کھاتی تھی' تب ہی صحت اب تک اچھی ہے۔ بلکہ ایسا کرو' آج تو میرے لیے بھی پراٹھا بناؤ۔ کہاں ہے مصباح؟" انہوں نے چھوٹی بہو کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔

"جی ابا جان!" مصباح ممانی فوراً" کچن سے نکلی تھیں۔

"بیٹا! میرے لیے آج میٹھا پراٹھا بنادو۔" انہوں نے اپنا فرمائشی پروگرام اس بہو کے سامنے پیش کیا جو ان کی ہر بات بلا چوں و چراں مان لیتی تھی۔

"ماما! ہم بھی میٹھا پراٹھا کھائیں گے۔" شاہ زمان اور شاہ کل نے نعرہ بلند کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ ہاتھ سے دودھ کے گلاس بھی پرے کھسکا دیے۔

"اور ماما! میں تو لنچ کے لیے بھی میٹھا پراٹھا ہی لے کر جاؤں گا۔" شاہ کل تھورا اور پھیل گیا۔ مصباح ممانی نے قدرے بے بسی سے ہاتھ میں پکڑے لنچ باکسز پر نظر ڈالی۔ ابھی ابھی انہوں نے بچوں کے لیے لنچ باکسز تیار کیے تھے اور اب یہ نئی فرمائش۔

عین اسی لمحے بڑے ماموں کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"کون کھا رہا ہے میٹھا پراٹھا؟" انہوں نے آوازیں سن لی تھیں۔

"ابا جان بنوا رہے ہیں۔" شاہ زمان نے فوراً" بتایا۔ اپنا ذکر گول کر دیا۔ پتہ تھا' تایا جان سے ڈانٹ پڑ سکتی ہے۔

"کمال ہے ابا جان! شوگر کی کچھ خبر ہے آپ کو۔" وہ خفا ہوئے۔

"ہاں ہاں' چونتیس روپے کلو چل رہی ہے لیکن میاں' اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ بندہ چینی کھانا ہی چھوڑ دے۔" انہوں نے بے نیازی سے کہہ کر اخبار سنبھال لیا تھا۔

"میں چینی کی قیمت نہیں پوچھ رہا' آپ کے شوگر لیول کی بات کر رہا ہوں۔" وہ جھنجلائے۔

"ارے جاؤ' میں نہیں مانتا تمہاری ڈاکٹری کو۔ ایسے ہی شوشے چھوڑتے رہتے ہو تم بھی ہے' میری شوگر ٹینشن سے بڑھتی ہے۔ چینی کھانے نہ کھانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" انہوں نے اپنا فلسفہ بیان کیا تو بڑے ماموں سر پکڑ کر رہ گئے۔

وہ ڈاکٹر تھے لیکن نانا جان نے کبھی انہیں یا ان کی ڈاکٹری کو در خور اعتناء نہ جانا تھا۔ بلڈ پریشر میں اضافے کا سبب ان کے نزدیک معدے کی گرمی تھی۔ لہٰذا نمک کا پرہیز کیا معنی' کولسٹرول نام کی کسی چیز کو وہ مانتے ہی نہیں تھے۔ بقول ان کے اگر چکنائی سے ہارٹ اٹیک ہو سکتا تو سب سے پہلے بھینسوں کو ہوتا۔ جن کے دودھ سے سیروں دیسی گھی نکلتا ہے۔ شوگر ٹینشن سے بڑھتی ہے اور ٹینشن کا سب سے بڑا سبب ان کے لیے خصوصی طور پر پکے بے ذائقہ اور پھیکے پرہیزی کھانے تھے۔ جن کو دیکھتے ہی دماغ خراب ہو جاتا ہے۔

کہاں ماموں کی ڈاکٹری اور کہاں ان کی منطقیں۔

بہر حال ماموں کے آنے کا سب سے زیادہ فائدہ تو فی الوقت مصباح ممانی کو ہوا تھا جن کے بچوں نے فٹافٹ دودھ کے گلاس لبوں سے لگا لیے تھے۔

"عمر کو گئے کتنے دن ہو گئے؟" نانا جان کی توجہ اللہ اللہ کر کے میٹھے پراٹھے سے ہٹی تو انہیں عمر یاد آگیا جو ان دنوں اسلام آباد گیا ہوا تھا۔

"ابھی تو دس بارہ دن ہی ہوئے ہیں۔" ثانیہ چائے رکھنے آئی تھی' اسی نے جواب دیا۔

"کب تک آئے گا؟"

"آجائیں گے ابا جان! دو چار دن میں۔" یہ جواب بھی اسی کی طرف سے آیا تھا۔

"یہ دس بارہ اور دو چار کیا ہوتے ہیں' مجھے صحیح صحیح بتایا کرو۔"

"اف اللہ... اب تو عمر بھائی کو واقعی آجانا چاہیے۔ ابا جان صرف ان ہی کے قابو میں آتے ہیں۔" ضویا نے سارہ کے کان میں گھس کر سرگوشی

کی "عمر بھائی میں ایسے کون سے گن ہیں جو وہ آتے ہی ہر چیز کو سنبھال لیں گے؟"

سارہ پوچھنا تو چاہتی تھی لیکن نانا جان کی نظریں اپنے آپ پر مرکوز پا کر بلاوجہ ہی ایک اور سلائس اٹھا کر پلیٹ میں رکھ لیا۔ اسے عمر کو دیکھے ہوئے عرصہ بھی تو کافی ہو گیا تھا۔ آخری بار جب وہ پاکستان آئی تو عمر تعلیم کی غرض سے امریکہ میں مقیم تھا۔ عفی آپی کی شادی کی تصویریں اور مووی ہی تازہ ترین ذریعہ تھیں عمر سے واقفیت کا۔ پرسنالٹی تو اس کی واقعی اچھی تھی۔ باقی کیا خصوصیات تھیں' اس کے متعلق باقی گھر والے اسے وقتاً "فوقتاً" آگاہ کرتے رہتے تھے اور سب کی زبانی اس کے متعلق سن سن کر اسے بھی عمر کو دیکھنے کا اشتیاق ہو گیا تھا۔

ولید کہتا تھا' عمر بھائی چالاک ہیں' اپنے آپ کو ہر کسی کے مزاج کے مطابق ڈھال لیتے ہیں' اسی لیے ہر کسی کی گڈ بکس میں ہیں۔ عون کے نزدیک ان میں اور تو کوئی خاص بات نہیں' بس گھر کے پہلے بچے تھے' اسی لیے لاڈلے ہیں' ورنہ اوصاف میں تو ہم بھی ان سے کم نہیں۔

لیکن سعد ان سے حد درجہ امپریس تھا' اس کے نزدیک ان جیسا انٹیلیکچوئل شخص خاندان میں دور نزدیک اور کوئی نہیں تھا۔ رہ گئیں ماہین' ضویا اور ثانیہ جو بغیر کسی خاص وجہ کے ہی عمر بھائی کے نام کی گردان کیے جاتیں۔ ایسے میں سارہ کو اگر ان سے ملنے کا شوق ہو گیا تھا تو یہ ایسا بے معنی بھی نہ تھا۔

☼ ☼ ☼

عمر سے ملاقات تو پتا نہیں اور کتنے دنوں میں ہونا تھی۔ البتہ ماہ رخ امتیاز سے اسی روز ہو گئی۔ ہوا یہ کہ صبح کے کاموں سے فراغت پا کر سب لڑکیاں جب پچھلے برآمدے کے سرخ سرخ چکنی اینٹوں والے صاف ستھرے فرش پر آلتی پالتی مارے کسل مندی سے بیٹھی ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھیں تو ولید وہاں

چلا گیا۔

"ابھی ابھی انکل احسان اللہ کا فون آیا ہے' وہ شام کو آ رہے ہیں۔" اس نے اطلاع دی تو سب کے منہ لٹک گئے۔ سارہ نے قدرے اچنبھے سے ان کے تاثرات ملاحظہ کیے۔

"خیریت؟ کون ہیں یہ احسان اللہ صاحب؟" ان کی اتری ہوئی شکلیں دیکھ کر اس کے ذہن میں کوئی خوف ناک سی شکل والے صاحب آ گئے تھے۔

"ابا جان کے برسوں پرانے عزیز از جان دوست ہیں۔" ماہین نے سستی سے ٹانگیں مزید پھیلا دیں۔

"نانا جان کی طرح کے ہیں؟" سارہ نے ان کی شکلیں دیکھ کر اندازہ لگانا چاہا تھا۔

"ارے نہیں' انکل تو بہت اچھے ہیں۔ اتنی مزے مزے کی باتیں کرتے ہیں۔" ثانیہ نے جلدی سے وضاحت دی۔

"تو پھر یوں کیوں بیزار ہو گئے ہو تم لوگ؟"

"بات یہ ہے محترمہ سارہ احمد صاحبہ! ان لوگوں کی بیزاری کی اصل وجہ انکل احسان اللہ ہرگز نہیں بلکہ ماہ رخ امتیاز صاحبہ ہیں' جنہیں احسان اللہ صاحب کے اکلوتے بیٹے کی اکلوتی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے اور اپنے دادا جان کے پک اینڈ ڈراپ کی بھاری ذمہ داری ان ہی کے ناتواں کندھوں پر ہے۔" ولید نے خاصی تفصیل سے بتا کر اسے الجھن سے نکالنا چاہا۔

"جی ہاں!" ضویا نے بھی لب کھولے۔ "بات اگر محض پک اینڈ ڈراپ کی حد تک رہتی تو کافی قابل قبول تھی۔ مسئلہ پک اینڈ ڈراپ کے درمیانی دو گھنٹے کا ہے جو وہ ہمارے گھر ہی گزارتی ہیں۔"

"کیوں' تمہیں سعد کی طرف سے کوئی خطرہ ہے کیا؟" سارہ نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا۔

"اوہیں۔ مجھے بھلا کیا خطرہ ہونا ہے۔" ضویا نے فوراً وضاحت دی۔

"بہر حال عمر بھائی کو واقعی آ جانا چاہیے۔" ماہین نے باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

"کیا مطلب ہے؟" اس بار سارہ ذرا چیخی تھی۔

"یعنی ماہ رخ امتیاز کو بھی عمر بھائی ہی سنبھالیں گے۔" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"جی ہاں کیونکہ یہ محترمہ آئی ہی عمر بھائی کے لیے ہیں۔"

"اوہ۔ اب سمجھی۔ یعنی کہ تمہاری متوقع بھابھی۔" وہ اپنے تئیں معاملے کی تہہ تک پہنچی تھی۔

"ہائے اللہ نہ کرے۔" ماہین دہل گئی تھی۔ "بھائی تو ہیں ہی ایسے۔ اوپر سے ماہ رخ بیوی بن گئی تو میرا پیارے سے بھتیجا بھتیجی کھلانے کا خواب چکنا چور ہو جائے گا اور جب دونوں میاں بیوی انٹیلکچوئل ہوں گے تو ان کی گھر شیکسپیئر اور جارج برنارڈ شا ہی جنم لیں گے۔" ماہین نے باقاعدہ جھرجھری لی۔

"کچھ نہیں ہوتا۔ تم میرے بھتیجا بھتیجی کھلا لیا کرنا۔"

ضویا نے تسلی دی۔ ولید اگر موجود نہ ہوتا تو ماہین ضویا کی اس "پرخلوص" پیشکش کا اچھی طرح جواب دیتی۔ ولید اور ماہین کی نسبت بچپن سے طے تھی۔ اس حوالے سے اکثر چھیڑ چھاڑ ہوتی رہتی تھی۔ وہ تو شکر ہے ولید شرافت کی جون میں تھا جو اپنی بہن کی بات سنی ان سنی کرتا وہاں سے اٹھ گیا۔

"مجھے تو صبح ہی پتا چل گیا تھا کہ آج کا دن کیسا گزرے گا۔" ثانیہ نے صبح ناشتے کے وقت کو یاد کیا۔

"کیا عمر بھائی بھی اس میں انٹرسٹڈ ہیں؟" سارہ کو اس موضوع میں دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔

"انہوں نے کبھی کہا تو نہیں لیکن ہمارا اندازہ یہی ہے۔ تم خود سوچو اسکول کے زمانے سے لے کر یونیورسٹی لیول تک وہ دونوں اکٹھے رہے ہیں۔ ایک سی دلچسپیاں' ایک سی ایکٹیویٹیز' دونوں کا ریکارڈ آؤٹ اسٹینڈنگ۔ ایسے میں اگر وہ ماہ رخ کے لیے پسندیدگی کے جذبات رکھتے ہوں تو حیرت کی بات بھی نہیں۔" ثانیہ نے غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا۔

"ہاں' یہ تو ہے۔" سارہ فوراً متفق ہوئی۔ "اب تو مجھے بھی شوق ہو گیا ہے ماہ رخ سے ملنے کا۔"

اور پھر ماہ رخ سے ملنے کے لیے اسے زیادہ انتظار

نہیں کرنا پڑا۔ شام ہوتے ہی انکل احسان اللہ اور ماہ رخ آگئے تھے۔ ٹھنڈی ہواؤں نے گرمی کی شدت کو خاصا کم کردیا تھا۔

سب لوگ بشمول نانا جان چھوٹے سے لان میں ڈیرا ڈالے بیٹھے تھے۔ مصباح ممانی کے تینوں بچے لان میں بچھی کرسیوں کے گرد گول گول گھوم کر نجانے کون سی لایعنی۔ زبان میں نعرے بلند کررہے تھے۔ چاروں دیورانی جٹھانیاں بھی فرصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نجانے کون سی گتھیاں سلجھا رہی تھیں۔ عذیر ماموں آج نانا جان کے ہتھے چڑھے ہوئے تھے۔ آج وہ جلدی گھر آگئے تھے لیکن انہیں چونکہ پتا تھا کہ احسان اللہ صاحب آنے والے ہیں' اس لیے ذرا سکون سے ابا جان کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے۔ آزمائش کا پیریڈ مختصر جو تھا۔

"نہ تو مجھے کبھی امین کی ڈاکٹری پر یقین آیا اور نہ کبھی تمہاری اکاؤنٹسی پر۔ اتنی بڑی کمپنی نے تمہیں اب تک برداشت پتا نہیں کیسے کر رکھا ہے۔ کرتے کیا ہو تم سارا دن دفتر میں۔"

"کرنا کیا ہے ابا جان! بس دو جمع دو چار کرتے رہتے ہیں۔" عذیر ماموں نے انکساری کی حد کردی۔

"ہاں' یہی کرسکتے ہو۔" ابا جان نے فوراً" سر ہلادیا۔

"اور آج تم جلدی کیسے آگئے؟" انہیں یاد آگیا کہ روز تو عذیر ماموں کافی دیر سے آتے ہیں۔

"بس طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سر میں درد تھا۔" انہوں نے درست وجہ بیان کی۔

"سر میں درد تھا۔ کیوں؟ بلڈ پریشر چیک کروالو۔ عمر بھی تو اتنی ہوگئی ہے۔"

"بس ابا جان! تھکاوٹ کی وجہ سے تھا۔ اب تو کافی ٹھیک ہے۔" انہوں نے ابا جان کو اطمینان دلایا۔

"تھکاوٹ تو ہونی ہے۔ چودہ چودہ گھنٹے کام جو کرتے ہو۔ سارا خون تو نچوڑ لیتی ہیں یہ باہر کی کمپنیاں۔ تم خود اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں اور لگے ہاتھوں امین کے اسپتال جاکر چیک اپ کروالو۔ ہم تو گھر کی مرغی دال برابر سمجھتے ہیں لیکن لوگوں سے پوچھو' کتنا قابل ڈاکٹر ہے وہ۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات۔"

نانا جان کو ان کی صحت کی کچھ زیادہ ہی فکر ہوگئی تھی۔ جب ہی اپنی چند لمحوں پیشتر کی گئی باتیں ذہن سے یکسر محو ہوگئیں۔ عذیر ماموں کو ہنسی آگئی۔ وہ جانتے تھے' ابا جان ان سب سے کتنی محبت کرتے ہیں لیکن مزاج کے اعتبار سے وہ یونہی پل میں تولہ پل میں ماشہ تھے۔ ان کی نصیحتیں ابھی کچھ دیر مزید جاری رہتیں کہ احسان اللہ صاحب آگئے پھر نانا جان تو انہیں لے کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ ماہ رخ ان لوگوں کے پاس لان میں ہی بیٹھ گئی۔ سارہ سے اس کا تعارف منزہ ممانی نے کروایا تھا۔ سارہ "فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن" پر خاصا یقین رکھتی تھی' اس لیے مکمل خوش دلی سے اس سے ملی لیکن ماہ رخ کو غالباً" اپنے امپریشن کی کوئی خاص فکر نہیں تھی۔ عجیب سی بے نیازی تھی اس کے انداز میں۔ اس کی نظریں سرسری سے انداز میں سب کا جائزہ لے رہی تھیں۔ بالآخر ممانی وغیرہ کے اٹھ کر اندر جانے کے بعد اس نے قدرے لاپروائی سے پوچھا۔

"عمر نظر نہیں آرہے؟"

"ہاں' نظر تو واقعی نہیں آرہے۔" یہ ولید تھا۔ جتنی لاپروائی سے اس نے پوچھا تھا' اس سے زیادہ بے نیازی سے اس نے جواب دیا۔ سارہ کو زور کی ہنسی آئی جسے چھپانے کے لیے اس نے ذرا سا رخ موڑا تھا۔

ولید گھر پر تھا اور یہ ماہ رخ کے لیے کوئی اچھا شگون نہیں تھا۔ اس سے پیشتر وہ سوال دوبارہ دہراتی اور ولید بھی جواب دہراتا۔ ضویا نے اسے جلدی سے عمر کی اسلام آباد روانگی کے بارے میں بتادیا جسے سن کر اسے یقیناً آج کی شام ضائع جانے کا افسوس ہوا تھا۔

"آپ کب آئیں؟" اس نے توجہ سارہ کی طرف کی۔

"ابھی کچھ ہی دن ہوئے ہیں۔" سارہ نے متانت سے جواب دیا۔

"پہلے کبھی آپ کے متعلق کچھ نہیں سنا؟"

"ہاں، یہ اچانک ہی آسمان سے ٹپکی ہیں۔" ولید کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی جس پر سارہ نے اسے گھورا۔

"کیا کرتی ہیں آپ؟" ماہ رخ کو وقت تو بہر حال گزارنا تھا اس لیے سارہ سے بات چیت کا آغاز کیا۔

"یہ پوچھیے، یہ کیا کچھ نہیں کرتیں۔"

"کیا مطلب؟" ماہ رخ کو حیرانی ہوئی۔

"مطلب یہ کہ عمر بھائی کے بعد یہ ہمارے خاندان کی دوسری قابل ترین ہستی ہیں۔ انٹرنیشنل ریلیشنز میں ماسٹرز کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ویکلی میگزینز کے لیے آرٹیکلز لکھتی ہیں۔ شاعری سے بھی دلچسپی ہے۔ اردو ادب تو ایک طرف، روسی اور انگریزی ادب کو بھی اس کی گہرائیوں تک کھنگال چکی ہیں۔"

ولید کی زبان فراٹے بھر رہی تھی اور سارہ غش کھانے کو تھی۔ انٹرنیشنل ریلیشنز میں ماسٹرز اور وہ......

ابھی تو اس کا بی اے کا رزلٹ بھی نہیں آیا تھا جس میں اس کی اکنامکس کی سپلی پکی تھی، یہ اسے پہلے سے پتا تھا۔ اخبار اس نے کبھی توجہ سے پڑھا نہیں، کجا کسی میگزین کے لیے لکھنا۔ شاعری تو دور کی بات، اسے نثر کی سمجھ بھی نہیں تھی اور ادب سے محض اتنا لگاؤ تھا کہ وہ بہت باادب تھی۔ وہ منہ کھولے ولید کو دیکھ رہی تھی کہ ثانیہ نے کہنی ماری۔

"منہ تو بند کرلو۔" ماہین نے بھی سرگوشی کی۔ ضوپا بھی آنکھوں ہی آنکھوں میں نجانے کیا بتانا چاہ رہی تھی۔

ماہ رخ کو اچانک ہی اس کی شخصیت میں دلچسپی محسوس ہوئی تھی۔ ابھی وہ سارہ سے کچھ اور پوچھنا چاہ رہی تھی کہ عون اور سعد کی آمد ہوئی۔ عون کا چہرہ تو ماہ رخ کو دیکھتے ہی کھِل اٹھا تھا۔

"او گاڈ! آج تو ماہ رخ آئی ہوئی ہیں۔ میں ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ ہی کے متعلق سوچ رہا تھا۔" عون نے آتے ہی خوش مزاجی کا مظاہرہ کیا۔

"اچھا کیا سوچ رہے تھے؟" ماہ رخ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"بکواس کر رہا ہے یہ۔ اس کی بات پر یقین مت کیجیے گا۔ پچھلے چار گھنٹوں سے میں اس کے ساتھ ہوں اور ان چار گھنٹوں میں اس کے دماغ کی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی ہوئی ہے کہ اگاتھا کرسٹی مرد ہے یا عورت۔" سعد نے جھٹ عون کے دعوے کی تردید کر ڈالی جس پر عون نے اسے گھورا جبکہ ماہ رخ کو اپنی دلچسپی کا موضوع مل گیا۔ اگاتھا کرسٹی کی جنس کی وضاحت کرنے کے بعد وہ اس کی تصانیف پر بات کرنے لگی تھی۔ اس کی توجہ اپنے اوپر سے ہٹنے پر سارہ نے شکر ادا کیا۔

"پوچھوں گی ولید سے، یہ کیا الٹی سیدھی ہانک رہا تھا وہ۔" سارہ نے پکا ارادہ کیا۔ ماہین اور ثانیہ چائے کا انتظام کرنے کچن میں جا رہی تھیں۔ سارہ نے بھی ان ہی کے ساتھ کھسکنا مناسب سمجھا کیونکہ یہاں اب اگاتھا کرسٹی کے بعد "موپساں" کی جنس کے اوپر بحث شروع ہو چکی تھی۔

* * *

دوپہر کے دو ڈھائی بج رہے تھے۔ سب لوگ کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں محو استراحت تھے، صرف ایک سارہ تھی جو بے چینی محسوس کر رہی تھی۔ صبح اتنی دیر سے سو کر اٹھی تھی کہ اب ہزار کوششوں کے باوجود آنکھوں میں نیند کی آمد ہو ہی نہ سکی۔ کچھ دیر تک کروٹیں بدلنے کے بعد وہ خاموشی سے ضوپا کا بازو اپنے اوپر سے ہٹا کر چپلیں پہنتی، بالوں میں کیچر لگاتی باہر نکل آئی۔ پہلے تو ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی رہی۔

اتنے بڑے سے گھر میں بے فکری سے گھومنا اچھا لگتا تھا۔ جب تھک گئی تو نانا جان کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ بھی جاگ رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی کھِل سے گئے۔ سارہ کو ان کی تنہائی پر افسوس ہوا۔ سب لوگ اگرچہ ان کا خیال رکھتے تھے لیکن پھر بھی بڑھاپے میں انسان ہر وقت کسی کی کمپنی کی خواہش دل میں رکھتا ہے۔ اس کا اندازہ اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر ان کے چہرے پر پھیلے خوشی کے تاثرات سے ہو رہا تھا۔

"باقی سب تو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی روٹین

لائف میں مصروف ہیں۔ لڑکیاں گھر کے بکھیڑوں میں ابھی تو لڑکے پروفیشنل لائف میں قدم جمانے کے چکروں میں گرفتار لیکن میں تو فی الوقت فارغ ہوں پھر بھی انہیں مکمل وقت نہیں دے رہی۔‘‘ اس نے خود کو ڈپٹا۔ اس کی نیچر اتنی اچھی تھی کہ وہ ہر کسی کو خوش دیکھنا چاہتی تھی۔ جب ہی اس نے پکا ارادہ کر لیا کہ وہ انہیں باقاعدگی سے کمپنی دے گی۔ وہ نانا جان کے بیڈ پر چڑھ کر چوکڑی مار کر بیٹھ گئی۔

‘‘کیا پڑھ رہے تھے آپ؟’’ اس نے ان کے تکیے پر رکھی کتاب اٹھالی۔ نمبرپالوجی پر کوئی بہت پرانی سی کتاب تھی۔ اسے حیرت ہوئی لیکن پھر یاد آگیا کہ امی بھی اسے اکثر بتایا کرتی تھیں کہ نانا جان نمبرپالوجی اور علم نجوم وغیرہ میں دلچسپی رکھتے تھے۔ اس نے یہی بات نانا جان سے پوچھ لی تو وہ جھنجلا گئے۔

‘‘ہاں' لیکن تم ان چکروں میں نہ پڑنا' بالکل فضول چیزیں ہیں یہ سب۔’’ انہوں نے سارہ کے ہاتھ سے کتاب لے لی۔

‘‘نانا جان! آپ کو ہاتھ دیکھنا بھی آتا ہے نا؟’’ سارہ کو ہاتھ دکھانے کا شوق چرایا۔

‘‘آتا تھا' بھول گیا۔’’ وہ صاف انکاری ہو گئے۔

‘‘اچھا یہ بتائیں' آپ نے بھی کسی کو ہاتھ دکھایا؟’’ وہ انہیں باتیں کرنے پر اکسا رہی تھی۔

‘‘ہاں' جوانی میں ایک بار دکھایا تھا۔’’ ان کا منہ حلق تک کڑوا ہو گیا جیسے کچھ یاد آگیا ہو۔

‘‘اچھا پھر کیا کہا اس نے؟’’ سارہ کو دلچسپی محسوس ہوئی۔

‘‘کہنے لگا۔ تمہاری دو منگنیاں ہوں گی۔ پہلی ٹوٹ جائے گی' دوسری جگہ شادی ہو گی۔’’

‘‘پھر کیا ہوا؟’’

‘‘ہونا کیا ہے۔ گھر والے ان دنوں میرے لیے لڑکیاں ڈھونڈ رہے تھے۔ انہیں جو لڑکی پسند آئی' وہ مجھے کچھ خاص پسند نہیں تھی لیکن میں نے سوچا منگنی کروا لیتا ہوں۔ گھر والے خوش ہو جائیں گے۔ جب منگنی ٹوٹے گی تو اپنی پسند بتا دوں گا۔’’

‘‘یعنی آپ کو نانی جان پسند تھیں؟’’ سارہ یہی اندازہ لگا پائی۔

‘‘یہ میں نے کب کہا۔’’

‘‘پھر نانی جان سے شادی کیوں کی؟’’

‘‘میں نے کہاں کی' خود ہی ہو گئی۔ میں تو نکاح ہونے تک منگنی ٹوٹنے کا انتظار ہی کرتا رہا۔ کم بخت کوئی اناڑی نجومی تھا۔ ساری زندگی کے لیے پھنسا دیا مجھے۔’’

نانا جان کو برسوں پرانی بات پر ایک بار پھر غصہ آگیا جب کہ سارہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔ کتنی افسانوی سی واردات گزری بے چارے نانا جان پر۔ ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں پانی آگیا تھا۔ نانا جان خفگی سے اسے ہنستا ہوا دیکھ رہے تھے' اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا۔

‘‘کمال ہے' سب لوگ سو رہے ہیں اور باہر کا دروازہ چوپٹ کھلا تھا۔ تم اتنی مگن بیٹھی ہو' تم ہی دھیان رکھ لیتیں۔’’

روشنی سے اندھیرے کمرے میں آنے کی بنا پر وہ اسے بالکل پہچان نہ پایا۔ شاید ماہین وغیرہ میں سے کوئی سمجھا تھا' جب ہی مزے سے جھاڑ دیا۔ جب ہی اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔

گرمی کا موسم' پسینے میں شرابور' تھکاوٹ سے برا حال۔ عمر نے بیگ رکھ کر پنکھے کی اسپیڈ تیز کی۔ نیم تاریکی سے الجھن ہوئی تو لائٹ بھی آن کر لی پھر اس پر نظر پڑی تو چونک گیا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

‘‘یہ سارہ ہے۔’’ نانا جان نے بتایا تو اس نے جھٹ سلام کر ڈالا۔

‘‘وعلیکم السلام۔ سوری یار! میں پہچان نہیں سکا۔ ذرا ایک گلاس پانی تو لے کر آؤ۔’’

ایک لمحہ کے لیے تو اسے عمر بالکل نانا جان کی کاپی لگا۔ ایک ہی جملے میں تین کام نمٹا لیے۔ سارہ سر ہلاتی باہر نکلی۔ پہلے ٹھنڈا پانی لا کر پلایا پھر کچھ سوچ کر اسکواش بنا لائی۔ کمرے میں ٹرے رکھ کر نکلنے ہی لگی تھی کہ نانا جان نے اسے روک لیا۔

‘‘سب سو رہے ہیں' تم کیا کرو گی۔ یہیں بیٹھ جاؤ۔’’

وہ خود تنہائی کے ڈسے ہوئے تھے تو دوسروں کی تنہائی کا خیال بھی رہتا تھا۔ سارہ بیڈ کے کونے پر ٹک گئی۔ عمر نانا جان کو مکمل تفصیل سے اپنے سیمینارز اور میٹنگز کے متعلق بتا رہا تھا جسے نانا جان بھرپور توجہ سے سن رہے تھے اور اس لمحے سارہ کو نانا جان کی عمر میں دلچسپی کی اصل وجہ معلوم ہوئی۔ وہ انہیں ٹال نہیں رہا تھا بلکہ پوری سنجیدگی سے بات کر رہا تھا۔ عمر کے متعلق ابھی چند لمحوں پہلے لگایا جانے والا اندازہ سارہ نے خود ہی رد کر ڈالا۔ نانا جان کو مطمئن کرنے کے بعد اس نے سارہ سے بھی تفصیلی احوال دریافت کیا۔ امی' بابا' مزمل مبشر تک کا حال احوال پوچھنے کے بعد وہ اٹھا تھا۔

"میں ذرا فریش ہو جاؤں اباجان! گرمی بہت ہے۔"

"ہاں جاؤ۔" انہوں نے فوراً گردن ہلا کر اجازت دی۔ وہ بیگ اٹھا کر باہر نکل گیا۔ سارہ نے ایک بار پھر نانا جان سے باتیں شروع کر دیں۔ اب وہ انہیں اپنی اور امی بابا کی روٹین بتا رہی تھی۔ عمر کو دیکھ کر اسے نانا جان سے بات کرنے کا طریقہ کچھ کچھ سمجھ میں آ گیا تھا۔ وہ دلچسپی سے سن رہے تھے پھر انہیں نیند آنے لگی۔ سارا انہیں لٹا کر ٹرے اٹھائے کچن میں چلی آئی۔ عمر شاید کھانا گرم کر رہا تھا۔

"اف! مجھے تو خیال تک نہیں آیا کہ ان سے کھانے کا پوچھ لوں۔ حالانکہ بالکل دوپہر کا تو وقت تھا۔ اسے اتنی شرمندگی ہوئی کہ ایک لمحے کو تو اس کا دل چاہا یونہی چپ چاپ واپس پلٹ جائے۔ ایسے کہ عمر کو خبر ہی نہ ہو۔ قریب تھا کہ وہ اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہناتی کہ عمر نے پلٹ کر اسے دیکھ لیا۔

"آؤ سارہ! کھانا کھالو۔" اس نے فوراً ہی اسے بھی آفر کی۔

"آپ بیٹھیں عمر بھائی! میں گرم کر دیتی ہوں۔" وہ جھجکتے ہوئے ذرا قریب آئی۔

"بس۔ یہ تو میں نے کر لیا۔ اصل میں رات کا کھانا کھایا ہوا ہے، صبح میٹنگ کے لیے جلدی نکلنا تھا' ناشتہ نہیں کر سکا پھر فلائٹ کا ٹائم ہو گیا اور سفر میں مجھ سے کچھ کھایا نہیں جاتا' اسی لیے خوب بھوک لگ رہی تھی۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالتا وہ ہلکے پھلکے انداز میں باتیں کر رہا تھا۔ کہنیوں تک آستینیں فولڈ کیے وہ خاصا فریش لگ رہا تھا۔

"سوری عمر بھائی! مجھے بھی خیال نہیں رہا' ورنہ مجھے پہلے ہی آپ کو کھانے کا پوچھنا چاہیے تھا۔" عمر کے سادہ اور بے تکلفانہ انداز سے اسے بھی کچھ ہمت ہوئی کہ جھٹ وضاحت دے ڈالی۔

"چلو' تم اس غلطی کی تلافی اس طرح سے کرنا کہ کھانے کے بعد مجھے زبردست سی چائے بنا کر پلا دینا۔"

وہ خوش دلی سے مسکرایا اور سارہ جو اس قسم کا فقرہ سننے کی منتظر تھی کہ "تم مہمان ہو' تم سے کام کرواتا اچھا لگوں گا کیا" اس بے تکلفانہ فرمائش پر جی ہی جی میں حیران تو ہوئی لیکن مسکرا کر سر ہلا دیا۔

۞ ۞ ۞

"کمال ہے' تم لوگوں نے تو عمر بھائی کا ہوا ہی بنا رکھا تھا۔ وہ تو اتنے اچھے ہیں۔" رات کے کھانے کے بعد واک کے دوران سارہ کو اچانک ہی کچھ یاد آیا تھا۔

"تو' ہم نے کب کہا کہ وہ برے ہیں۔" ماہین جھٹ برا مان گئی۔

"یہ عون اور ولید وغیرہ جو باتیں کرتے رہتے تھے ان کے متعلق۔" سارہ نے یاد دلایا۔

"یہ تو جلتے ہیں ان سے۔" ثانیہ نے بے لاگ تبصرہ کیا۔

"میرے متعلق کچھ کہا تم نے؟" دو قدم آگے چلتا عون ثانیہ کی بات سن کر پلٹا تھا۔

"ہاں۔" ثانیہ صاف گوئی کی انتہاؤں پر تھی۔

"لڑکی! کچھ ادب سے بات کرنا سیکھ لو' ورنہ تمہاری اور میری والدہ محترمہ کے ارادوں پر پانی پھر جائے گا۔ اور بائی دی وے مس سارہ احمد! آپ سے عمر بھائی کے متعلق ہم نے کیا غلط بات کی تھی؟" اس نے ثانیہ کو تمتماتے ہوئے سارہ کی طرف رخ کیا۔

"کیوں' تم یہ نہیں کہتے تھے کہ عمر بھائی بہت

انٹلیکچوئل ہیں۔ ان کا ذہنی لیول ہائی ہے اور یہ کہ ماہ رخ کی طرح کے ہیں، خود پسند ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔"

سارہ نے تفصیل سے یاد دلایا۔

"غلط، بالکل غلط۔ پچاسی فیصد سراسر تمہاری اپنی ذہنی اختراع ہے۔ ہم نے یہ ضرور کہا تھا کہ وہ دونوں ہی انٹلیکچوئل ہیں۔ اب تم نے خود ہی فرض کرلیا کہ ہر ذہین شخص خود پسند ہوتا ہے۔ اگر ماہ رخ خود پسند ہے تو اس کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہے کہ عمر بھائی بھی ایسے ہی ہیں۔ حالانکہ دلچسپی اور مشاغل تو ان کے واقعی مشترک ہیں لیکن مزاج بہت مختلف ہیں۔" ولید نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ "اور جہاں تک ذہنی لیول کی بات ہے تو وہ تو ان کا واقعی ہائی ہے۔ اب اگر تمہارے ساتھ وہ ہلکے پھلکے انداز میں بات کرتے ہیں تو یہ ان کی خوش مزاجی ہوئی نا، ورنہ تم سے اور کیا بات کرسکتے ہیں وہ؟" اس نے چھیڑا تو سارہ واقعی شرمندہ ہوگئی۔

"جی نہیں، ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ گھر کے لوگوں سے تو بندہ عام سی باتیں ہی کرتا ہے۔ تم لوگ پتا نہیں کیوں الٹی سیدھی ہانکتے ہو۔" ضویا نے اس کی شرمندگی محسوس کرکے ولید کو ڈپٹا۔

"مذاق کررہا ہے یہ۔"

سعدیہ نے ذرا غور سے سارہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے تسلی دینا چاہی۔ آنکھوں میں ہلکی سی نمی صاف محسوس ہورہی تھی۔ وہ ایسی ہی تھی۔ حد سے زیادہ حساس، جتنا دوسروں کو خوش رکھنے اور خوش دیکھنے کے لیے سرگرم رہتی تھی، اتنا ہی اپنی ذات کے لیے بھی حساس تھی۔ ولید کی عام سے انداز میں کی گئی بات سے اسے اپنی ہتک کا احساس ہوا تھا اور اس کی آنکھیں تو آئینہ تھیں۔ ایک پل میں اندر کی ہر سوچ عیاں کردیتی تھیں لیکن مقابل بھی اس کے اپنے کزنز تھے۔ منٹ میں ہی موضوع بدل دیا۔ ولید نے بھی اپنی ہر لمحے مذاق کی عادت پر خود کو ڈپٹا تھا۔

"یار! مجھے ایک لڑکی پسند آگئی ہے، کیا کروں؟" ولید نے سرد آہ بھرتے ہوئے سب کو مطلع کیا۔ ماہین کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"ہے نا ولید بھائی! مجھے بھی ایک لڑکی بہت اچھی لگتی ہے۔ میں تو ماما سے کہتا ہوں، اسے حمزہ سے چھین کر میری بہن بنادیں۔ آپ بھی اپنی ماما سے کہہ کر اسے بہن بنوالیں۔"

ولید نے تو سب کا دھیان بٹانے اور کچھ اپنی کہی ہوئی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے یونہی شوشہ چھوڑا تھا لیکن وہ شاہ ظل کو بھول گیا جو ضویا کی انگلی پکڑے سب کے ساتھ چل رہا تھا۔ باقی سب تو شاہ ظل کی بات پر مسکرائے تھے۔ ماہین کو خوب ہنسی آئی۔

"تمہارے بڑے دانت نکل رہے ہیں۔" ولید نے اسے گھورا لیکن اس کی ہنسی نہ رکی۔ زیادہ مزہ اس بات پر آرہا تھا کہ اب واپس جاکر شاہ ظل کو ایک ایک کو پکڑ کر یہ بات بتانا تھی۔ وہ خوب پھنسا تھا اور ہوا بھی یہی بلکہ شاید اس سے بھی بڑھ کر۔ شاہ ظل کو گھر واپسی پر سب سے پہلے نانا جان ملے تھے۔ وہ سیدھا ان کی چیئر پر جاکر لٹکا تھا۔

"ابا جان! آپ کو پتا ہے، ولید بھائی کے گھر بہن آنے والی ہے۔" یہ اطلاع عام تھی۔ سعدیہ ممانی نے بوکھلا کر ارد گرد دیکھا۔ سب ہی ہنسی روک رہے تھے۔

"تمہیں کس نے بتایا؟" نانا جان باقی سب کی طرح بات کی تہہ تک نہیں پہنچے تھے۔

"ولید بھائی نے بتایا ہے۔ انہوں نے پسند بھی کرلی۔" شاہ ظل نے اعلان کیا تو جہاں سعدیہ ممانی نے سکون کا سانس لیا۔ وہیں ولید "بھائی" شرمندگی چھپاتے سیڑھیاں چڑھ گئے تھے۔ سارہ بھی سب کچھ بھول بھال کر ہنس رہی تھی جبکہ مصباح ممانی اپنے لاڈلے "شہزادے" کی باتیں بے چارگی سے سن رہی تھیں جو اب اتنے سارے حاضرین محفل میں معتبر بنا کسی اور موضوع پر اظہارِ خیال کررہا تھا۔

☆ ☆ ☆

آج نانا جان انکل احسان اللہ کی طرف جارہے تھے، ان کو لے کر جانے والا یقیناً عمر ہی تھا بلکہ یہ پروگرام عمر نے ہی بنایا تھا۔ آج آفس میں کام کم تھا تو اس نے فون

کرکے انہیں تیار رہنے کا کہہ دیا تھا اور اب آفس سے آتے ہی فریش ہو کر وہ ایک بار پھر باہر نکلنے کو تیار تھا۔

"سارہ! تم بھی چلو۔ سارا دن گھر میں پڑی رہتی ہو، گھر میں کسی کو خیال ہی نہیں کہ بچی اتنی دور سے آئی ہوئی ہے کوئی سیر سپاٹا ہی کروا دیں۔" نانا جان کو گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے اچانک ہی اس کا خیال آیا تھا اور وہ جو بڑے سکون سے ماہین کے ساتھ لان میں ٹہل رہی تھی گڑبڑا کر رہ گئی۔

"نہیں تو نانا جان! میں گھر میں ہی ٹھیک ہوں۔" اس نے جلدی سے ان کو اطمینان دلایا۔

"تو کیسے ٹھیک ہو۔ آؤ بیٹھو گاڑی میں۔ واپسی پر آئس کریم بھی کھالینا۔"

وہ اسے بچوں کی طرح لالچ دے رہے تھے۔ سارہ نے بے چارگی سے ایک نظر ماہین پر ڈال کر دوسری اپنے کپڑوں پر ڈالی۔ سادہ سے لان کے سوٹ میں ملبوس بالوں کو بینڈ میں جکڑے وہ بالکل گھریلو حلیے میں تھی لیکن یہ باریکیاں نانا جان کیسے سمجھ سکتے تھے۔ وہ لمبا سانس کھینچتی گاڑی کی طرف بڑھی۔

"تم نے اگر چینج کرنا ہے تو کرلو۔ ہم ویٹ کرلیتے ہیں۔" عمر نے کہا جو اب تک ایک طرف کھڑا نانا، نواسی کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے تو سارہ کے چہرے کے تاثرات پڑھ کر سادہ سے انداز میں کہا تھا لیکن سارہ شرمندہ ہوگئی۔

"کیا سوچ رہے ہوں گے عمر بھائی کہ مجھ میں مینرز ہی نہیں۔ ایسے ہی اٹھ کر چلنے کے لیے کھڑی ہوگئی۔" وہ واپس پلٹتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی۔ "انہیں خود ہی ٹوکنا پڑا مجھے۔" تیار ہو کر آنے تک، مستقل یہی بات سوچتی رہی۔ عمر کی جگہ اگر ولید وغیرہ سے کوئی یہ بات کہتا تو شاید وہ توجہ بھی نہ دیتی لیکن عمر کا جو امیج سب لوگ اس کے ذہن میں بنا چکے تھے، اس کے پیش نظر وہ خود کو ہر معاملے میں اس سے دبتا ہوا ہی محسوس کرتی تھی۔

سارا راستہ عمر اور نانا جان باتیں کرتے رہے، وہ لاتعلقی سے باہر کے مناظر میں کھوئی رہی۔ وہاں جا کر نانا جان تو اسے یکسر بھول کر احسان انکل کی اسٹڈی میں چلے گئے۔ وہ اور عمر ڈرائنگ روم میں ماہ رخ کی والدہ کے پاس بیٹھ گئے۔ ماہ رخ کی والدہ سارہ کو بالکل اپنی بیٹی کی کاپی لگیں۔ بظاہر بہت اپنائیت بھرا انداز تھا لیکن اپنائیت بھی اگر حد سے بڑھی محسوس ہو تو اوور لگتی ہے۔ عمر شاید ان کی باتوں کا عادی تھا، سو اطمینان سے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی ماہ رخ ان لوگوں کے پاس آکر بیٹھی، آنٹی نماز کے لیے اٹھ گئیں۔ ماہ رخ، سارہ کو عمر کے ساتھ دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"تمہاری اس کزن سے تو میں بہت امپریس ہوگئی ہوں عمر! کتنی چھوٹی سی لگتی ہے اور انٹرنیشنل ریلیشنز میں ماسٹرز کر رہی ہے۔ امیزنگ ہے نا۔" ماہ رخ نے کہا تو سارہ نے چونک کر عمر کو دیکھا۔

ولید کی اس روز کی کہی ہوئی بات یاد تھی اب تک ماہ رخ کو۔ اسے اگر پتا ہوتا کہ محترمہ کی یادداشت اتنی غضب کی ہے تو اپنے یہاں آنے کے فیصلے پر نظرثانی ضرور کرتی۔

"اپنے آرٹیکلز ضرور پڑھوانا مجھے۔ انگلش میگزین میں لکھتی ہو نا بلکہ ایسا کرو یار! ہم آج کل ایک پینٹنگ ایگزی بیشن کروا رہے ہیں، وہاں وزٹ کرو پھر اس کے متعلق کچھ لکھو۔ سچی بڑی خوشی ہوتی ہے اتنی چھوٹی لڑکیوں میں اتنا ٹیلنٹ دیکھ کر۔"

وہ اتنا آپاؤں والے اسٹائل میں بول رہی تھی کہ سارہ کو اپنا آپ واقعی چھوٹا سا لگا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے عمر کی طرف دیکھا۔

"پتا نہیں انہیں جھوٹ کا اندازہ ہوا یا نہیں۔" اس نے عمر کے چہرے کے تاثرات جانچنا چاہے لیکن کچھ اندازہ نہیں ہوا۔

ماہ رخ نے اب عمر سے پینٹنگ ایگزی بیشن پر بات شروع کردی تھی۔ سارہ کو ان دونوں کے بیچ اپنا آپ غیر اہم سا لگا۔ کچھ دیر تک تو وہ اسے چپ کر کے سنتی رہی پھر غصہ آگیا۔

"آخر میں بھی تو مہمان ہوں، یہ کیا ساری باتیں ہی عمر بھائی سے کر رہی ہیں۔"

اس کی باتوں سے سارہ کو اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے وہ کسی این جی او سے منسلک ہے۔ دو چار دن پہلے اس نے نانا جان کے کمرے میں پڑے میگزینز میں پاکستان میں این جی اوز کے کردار سے متعلق آرٹیکلز پڑھے تھے پھر نانا جان سے اس موضوع پر تفصیلی بات ہوئی تھی۔ کچھ سوچ کر اس نے ماہ رخ سے پوچھ ہی لیا۔

"آپ کسی این جی او سے تعلق رکھتی ہیں۔"

"ہاں یار! کچھ عرصہ پہلے ہی جوائن کیا ہے میں نے۔ ایجوکیشن ہیلتھ اور پاورٹی ایلی وی ایشن کے لیے کام کرتی ہے ہماری این جی او۔" ماہ رخ اسے تفصیل بتانے لگی۔

"پھر کیسا چل رہا ہے کام؟" سارہ نے دلچسپی ظاہر کی۔

"کام کیسا چل سکتا ہے، جو کچھ ہماری پلاننگز ہیں اور جو ہماری این جی او کے بنیادی ابجکٹوز ہیں، اس کے حساب سے تو ابھی ہم بہت پیچھے ہیں۔ بس فنڈز کی پرابلم ہوتی ہے ساری۔ ہمارے ہاں کے لوگ کو آپریٹو نہیں۔ حالانکہ اگر ہماری ایلیٹ کلاس تعاون کرے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے لیکن۔۔۔"

"آپ لوگوں کو تو باہر سے فنڈز ملتے ہیں نا۔" سارہ نے اس کی بات کاٹ کر سادگی سے پوچھا تھا، وہ گڑبڑائی۔

"ہاں کچھ ملتے بھی ہیں لیکن ہم محض دوسروں کی امداد پر تو انحصار نہیں کر سکتے نا۔ ہمیں اپنے وسائل خود بھی پیدا کرنے ہوں گے۔" ماہ رخ نے مدبرانہ انداز اختیار کیا۔ سارہ کو اس لمحے وہ ان نام نہاد دانشوروں کی طرح لگی جو محض لفاظی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔

"ماہ رخ! یہاں میں تم سے ایگری نہیں کرتا۔" عمر نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ "ایئر کنڈیشنڈ آفسز میں بیٹھ کر اور ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں رورل ایریاز کا سروے کر کے ہم کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ ہم مثبت سمت میں کام کر رہے ہیں۔"

عمر نے کہا تو ماہ رخ چپ ہو گئی۔ وہ اس بات کی تردید نہیں کر سکتی تھی کیونکہ کچھ دیر پہلے وہ عمر سے یہی بات کر رہی تھی کہ پچھلے ہفتے وہ لوگ ایسے ایسے علاقوں کا سروے کر کے آئے ہیں، جہاں اتنی گرمی تھی کہ وہ ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں سے نکل ہی نہ سکے۔ ماہ رخ کو اس موضوع پر بات کرنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا، سو اس نے موضوع بدل دیا۔

لیکن اس بار سارہ کو زیادہ دیر تک بور نہیں ہونا پڑا کیونکہ نانا جان نے جلد ہی واپسی کا کہہ دیا۔ واپسی کے سفر میں نانا جان عمر سے ماہ رخ کی بنائی ہوئی پینٹنگز کی تعریف کرتے رہے اور یہ جان کر کہ گھر میں جا بجا سجائی گئی تصاویر ماہ رخ کی بنائی گئی ہیں، سارہ کو حیرت ہوئی تھی۔ "لڑکی واقعی ہر فن مولا ہے۔" سارہ نے دل ہی دل میں تسلیم کیا تھا، ساتھ ہی ایک بار پھر خدا کا شکر ادا کیا کہ ماہ رخ نے اس سے اس کی کارگزاریوں کے متعلق مزید معلومات حاصل نہیں کیں۔ اگر وہ اس سے دو چار سوالات بھی کر لیتی تو اس نے بری طرح پھنس جانا تھا۔ دل ہی دل میں اس نے ایک بار پھر ولید کو ڈپٹا تھا۔

☆ ☆ ☆

سارہ کافی دیر سے عافیہ ممانی کے شکنجے میں پھنسی ہوئی تھی۔ وہ تو پوری نیک نیتی سے دھلے کپڑوں کے ڈھیر سے الجھتی عافیہ ممانی کی مدد کے خیال سے ادھر آئی تھی لیکن آج شاید عافیہ ممانی کا ذہن بھی خوب ہی الجھا ہوا تھا۔ ایک ایک کر کے کپڑے تہہ کرتے ہوئے انہوں نے سارہ سے درجن بھر موضوعات پر اظہار خیال کر ڈالا۔ ان درجن بھر موضوعات میں سے نصف موضوعات اپنے امیر کبیر میکے کی امارت کے قصوں کے تھے اور بقیہ نصف کا براہ راست تعلق سعدیہ ممانی سے تھا۔ ڈھیروں شکوے تھے انہیں سعدیہ ممانی سے۔ اگرچہ بظاہر تو تعلقات میں کافی بہتری آ چکی تھی لیکن دل میں ابھی بھی ڈھیروں غلط فہمیاں اور کدورتیں باقی تھیں۔ یہ سارہ کو ان کی باتیں سنتے ہوئے معلوم ہوا۔ ان کی اپنی اولاد تو انہیں ان دونوں موضوعات پر بات شروع کرتے دیکھ کر ہی وہاں سے اٹھ جایا کرتی تھی کہ انہیں نہ تو اپنے ماموؤں کی امارت

سے دلچسپی تھی اور نہ اپنی والدہ اور چچی کے تعلقات سے کوئی سروکار۔

وہ اپنے ذہن کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ایک عدد سامع کی تلاش میں رہتی تھیں اور آج سارہ کی صورت میں سامع انہیں مل چکا تھا۔ سارہ نے کئی بار موضوع تبدیل کرنے کی کوشش کی، مگر ہر بار ناکامی ہوئی۔ کئی بار اس نے اٹھنے کے لیے پر تولے لیکن موقع نہ ملا۔ تھک کر وہ پورے انہماک سے کپڑے تہہ کرنے میں مشغول ہوگئی۔

عمر وہیں ذرا فاصلے پر صوفے پر بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا۔ نظریں ہاتھ میں تھامے اخبار پر تھیں اور سماعتیں دونوں خواتین پر۔ آج اس نے دیر سے آفس جانا تھا' اسی لیے دیر سے سو کر اٹھا تھا۔ ایسی عیاشی اسے کبھی کبھار ہی نصیب ہوتی تھی۔ بہرحال فی الوقت تو وہ سارہ کی کیفیات ملاحظہ کر رہا تھا۔ "جو نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن" کی عملی تفسیر بنی ہوئی تھی۔

"عافیہ ممانی! آپ کا یہ سوٹ مجھے بہت خوبصورت لگتا ہے۔"

عافیہ ممانی کی گفتگو میں جیسے ہی ذرا سا وقفہ آیا۔ سارہ نے جھٹ ان کے اس سوٹ کی تعریف کر ڈالی جسے وہ تہہ کر رہی تھیں۔

"ہاں' یہ ابرار بھائی نے دیا تھا مجھے۔" انہوں نے فوراً "اپنے بھائی کا نام لیا۔ "اور مزے کی بات بتاؤں جس دن ابرار بھائی یہ سوٹ لے کر آئے' اگلے ہی دن سعدیہ بازار گئی اور ڈھونڈ ڈھانڈ کر کسی اور رنگ میں بالکل ایسا ہی سوٹ لے آئی اور گھر آکر ظاہر کیا کہ اس کے ذہن میں میرا سوٹ تھا ہی نہیں۔ اتفاقاً" ایک جیسے سوٹ آگئے لیکن ہوا یہ کہ اس کے سوٹ کا پہلی دھلائی میں ہی رنگ اڑ گیا اور میرا دیکھو' دوسرا سال ہے' ابھی تک ویسے کا ویسا ہے۔ میرے بھائی' بھابھی کی چوائس بہت اچھی ہے' سستی اور دو نمبر چیز انہیں اچھی ہی نہیں لگتی۔"

وہ شروع ہوگئی تھیں۔ سارہ کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ سوٹ کی تعریف اتنی مہنگی پڑے گی۔ اسے اندازہ نہ تھا۔ اللہ اللہ کر کے کپڑے تہہ کر کے وہ اٹھیں تو سارہ نے سکون کا سانس لیا لیکن سکون کے لمحات عارضی تھے۔ عافیہ ممانی کے اٹھتے ہی سعدیہ ممانی سبزی کی ٹوکری اٹھائے وہاں چلی آئیں۔

"کیا کہہ رہی تھی عافیہ؟" انہوں نے سرسری سے انداز میں سارہ سے دریافت کیا۔ انداز اگرچہ سرسری تھا لیکن پھر بھی سوال میں چھپی ان کی دلچسپی صاف محسوس ہو رہی تھی۔ سارہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔ مروت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ ممانی کے ساتھ سبزی بنوائے لیکن کپڑے تہہ کروانے کی طرح سبزی بنوانا بھی اتنا آسان نہیں ہوگا' اس کا اسے اندازہ تھا۔ اس کے تاثرات دیکھ کر عمر کو ہنسی آگئی۔ وہ سب لوگ تو بہرحال عادی تھے ان دونوں خواتین کی باتوں کے لیکن وہ نئی تھی۔

"بتایا نہیں تم نے' کیا کہہ رہی تھی عافیہ؟" سعدیہ ممانی نے سوال دہرایا۔

"کچھ نہیں ممانی! بس وہ اپنے کمر کے درد کے متعلق بتا رہی تھیں کہ چار سال سے علاج کروا رہی ہیں پھر بھی افاقہ نہیں ہوا۔" اس نے جھوٹ بہرحال نہیں بولا کیونکہ بات کی ابتدا اسی موضوع سے ہوئی تھی۔

"کیا علاج کروا رہی ہے۔ بس دوائیاں کھانے کا شوق ہے۔ ایک ڈاکٹر سے بھی ٹک کر علاج نہیں کروایا۔ آئے دن ڈاکٹر بدل لیتی ہے۔ ایسے میں کیا فائدہ ہونا۔" انہوں نے جھٹ رائے زنی کی۔ سارہ چپ رہی۔

"اور میرے متعلق کچھ نہیں کہہ رہی تھی؟" اس بار لہجہ پہلے سے بھی زیادہ سرسری تھا۔

"آپ کے متعلق۔۔۔" سارہ نے سوچنا چاہا۔ "ہاں' کہہ تو رہی۔" اسے شاید کچھ یاد آگیا تھا۔ سعدیہ ممانی کے ساتھ ساتھ عمر بھی چونک گیا۔

"فضویا کی تعریف کر رہی تھیں اور آپ کے متعلق بھی کہہ رہی تھیں کہ آپ نے تینوں بچوں کی تربیت بہت اچھی کی ہے۔ تینوں بچے بے مثال ہیں۔

خصوصاً ضویا۔"

اس نے کہا تو سعدیہ ممانی کو ایک لمحے کے لیے حیرانی ہوئی لیکن پھر حیرانی پر خوشی غالب آگئی۔ سارہ کی تو بھی بات سچ تھی۔ عافیہ ممانی نے ضویا وغیرہ کی تعریف واقعی کی تھی لیکن تربیت کا کریڈٹ انہوں نے اپنے ماموں کو دیا تھا لیکن کسی کا دل کسی کی طرف سے صاف کرنے کے لیے سارہ نے اتنی سی ڈنڈی مارنے پر خود کو حق بجانب سمجھا تھا۔ سعدیہ ممانی کا یقیناً سیروں خون بڑھ گیا تھا۔ جب ہی انکساری سی در آئی تھی انداز میں۔

"بیٹے! حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے سارے ہی بچے بہت اچھے اور فرمانبردار ہیں۔ اب عذیر بھائی کو دیکھ لو۔ ثانیہ اور سعد کی کتنی اچھی تربیت کی ہے۔"

ہو سو عافیہ ممانی کے سے الفاظ تھے۔ چلو یہ تو اچھی بات ہے کہ مخصی اور ذاتی اختلافات نئی نسل تک منتقل نہیں ہوئے۔" سارہ کو تسلی ہوئی۔ سعدیہ ممانی اسی موضوع پر مزید اظہار خیال کر رہی تھیں۔ عمر نے بے اختیار ہی سارہ کی اس پُرخلوص کوشش کو سراہا جس کی وجہ سے سعدیہ ممانی کا دل یقیناً عافیہ ممانی کی طرف سے کچھ صاف ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

سب لوگ روشی بجو کی نند کی شادی پر گئے تھے، سوائے سارہ کے جس کا اتنی گرمی میں ایسا کوئی بھی فنکشن اٹینڈ کرنے کا قطعاً موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ اس نے نانا جان کے بارے میں بھی سوچا جو گھر پر اکیلے تھے۔

ماہین وغیرہ اس کے بغیر جانا نہیں چاہ رہی تھیں لیکن روشی بجو کا خوف تھا جو ان کی ایسی کوئی بھی غلطی قطعاً" معاف نہ کرتیں، سو انہیں جانا پڑا۔ مصباح ممانی تو دو دن سے گئی ہوئی تھیں کیونکہ روشی کی نند ان کی فرسٹ کزن تھی۔ یعنی روشی بی بی ان کے میکے میں بیاہی گئی تھیں۔ خیر باقی ماندہ لوگوں کی روانگی کے بعد سارہ مزے سے نانا جان کے کمرے میں آگئی۔ اب اسے حقیقت میں نانا جان سے باتیں کر کے مزہ آنے لگا تھا۔

نانا جان بھی آج موڈ میں تھے جو برسوں پرانے قصے سنا رہے تھے۔ ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ ٹکائے وہ نہایت انہماک سے سن رہی تھی۔ جب اچانک نانا جان کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات ابھرے تھے۔ وہ بولتے بولتے ایک دم خاموش ہو گئے۔

"کیا ہوا نانا جان؟" سارہ کو ایک دم تشویش ہوئی لیکن نانا جان اپنے دائیں ہاتھ سے سینے کو مسل رہے تھے۔

"نانا جان پلیز۔۔۔ آنکھیں کھولیں۔"

وہ ان کے چہرے کو ہاتھوں میں تھامے ان سے مخاطب ہوئی۔ انداز میں گھبراہٹ نمایاں تھی۔ نانا جان شاید اسے تسلی دینا چاہ رہے تھے لیکن لبوں سے الفاظ ہی نہیں نکل رہے تھے۔ وہ بے دم ہو کر بستر پر گر گئے۔ سارہ کے تو ہاتھ پاؤں سے جان نکل گئی۔ تیزی سے بھاگتی ہوئی وہ باہر آئی تھی۔ بڑی ٹون سن کر اسے اور بھی رونا آگیا۔ اسے تو اور کسی کا نمبر بھی نہیں معلوم تھا۔ بار بار ٹرائی کرنے میں ناکامی کے بعد وہ فون رکھ کر دوبارہ نانا جان کے پاس جا رہی تھی کہ فون کی چنگھاڑتی بیل نے اس کے قدم روک لیے۔ اس نے تیزی سے پلٹ کر فون اٹھایا۔

"ہیلو۔"

"ہاں یار! میں ذرا ایرپورٹ جا رہا ہوں۔ لیٹ ہو جاؤں گا۔ تم امی کو۔۔۔" دوسری طرف عمر تھا جو نجانے کیا کہہ رہا تھا، اس سے پوری بات سنی ہی نہیں گئی۔

"عمر بھائی۔۔۔" اس نے تیزی سے عمر کی بات کاٹی۔ اس کے لہجے میں کچھ تھا، عمر چونک گیا۔

"کیا بات ہے سارہ؟"

"عمر بھائی! نانا جان کی طبیعت خراب ہے۔ میں اکیلی ہوں۔ آپ پلیز جلدی آجائیں۔" اس کے لہجے میں آنسوؤں کی آمیزش محسوس کر کے عمر بھی پریشان ہو گیا۔

"آرام سے بتاؤ سارہ! کیا ہوا ابا جان کو؟" اس نے اپنی پریشانی سارہ پر ظاہر کیے بغیر پوچھا تھا۔

"پتا نہیں شاید سینے میں درد ہے۔ بالکل نہیں بول رہے۔ آنکھیں بھی بند ہیں۔" سارہ کے رونے میں شدت آگئی۔

"چپ ہو کر میری بات سنو۔" عمر نے اسے ڈپٹا۔

"دیکھو ابا جان کے کمرے میں جاؤ۔ ان کی سائیڈ ٹیبل پر چھوٹی سی شیشی رکھی ہوگی اس میں سے ٹیبلٹ نکال کر ان کی زبان کے نیچے رکھو۔ اگر وہاں نہ ملیں تو میرے کمرے میں بھی الماری میں ابا جان کی دوائیاں رکھی ہیں۔ وہاں سے لے کر ابا جان کو میڈیسن دو اور ہاتھ وغیرہ سہلاؤ۔ میں راستے میں ہوں۔ مجھے گھر پہنچنے میں دس پندرہ منٹ لگیں گے۔"

عمر نے اپنے حواس مکمل قابو میں رکھے تھے۔ سارہ فون رکھ کر سیدھی نانا جان کے پاس آئی۔ شکر ہے دوائیاں وہیں سے مل گئیں۔ اس نے ان کی زبان کے نیچے گولی رکھی۔ نانا جان کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ ان کے چہرے پر تکلیف دیکھ کر سارہ کی آنکھیں اور تیزی سے برسنے لگیں۔ وہ ان کے ہاتھ سہلاتے ہوئے عمر کا انتظار کر رہی تھی جیسے ہی بیل ہوئی، وہ تیزی سے باہر بھاگی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر عمر اور پریشان ہو گیا۔

"کیا ہوا، دوائی دے دی؟" گاڑی سے نکلتے ہوئے اس نے پوچھا تو سارہ نے اثبات میں گردن ہلا دی۔ عمر تشویش کی حالت میں ان کے کمرے کی جانب بڑھا۔ وہ بھی پیچھے ہولی۔

"ابا جان! کیسی طبیعت ہے؟" وہ ان کا ہاتھ تھام کر ان پر جھکا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" انہوں نے تھوڑی سی آنکھیں کھول کر ہاتھ کے اشارے سے بتایا۔ تھوڑی سی دیر میں ہی وہ بالکل زرد ہو کر رہ گئے تھے لیکن اب چہرے پر تکلیف کے تاثرات نہیں تھے۔ عمر کو کچھ اطمینان ہوا۔ ان کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر وہ ان کے ہاتھ سہلا رہا تھا۔

سارہ ایک کونے میں کھڑی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ عمر کے آنے سے تسلی سی ہو گئی تھی، ورنہ تھوڑی دیر پہلے تک تو کتنے عجیب عجیب سے خدشات ذہن میں آرہے تھے۔ عمر بہت محبت سے نانا جان کے ہاتھ تھامے ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ سارہ کو اس لمحے وہ بہت اچھا لگا۔ چند لمحوں بعد عمر نے سارہ کی جانب دیکھا۔

"اف خدایا۔۔۔" عمر نے اس کی شکل شاید اب غور سے دیکھی تھی۔ رو رو کر آنکھیں سوج گئی تھیں۔ ناک بالکل سرخ ہو رہی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا؟" عمر نے پوچھا تو اس کی آنکھیں ایک بار پھر بھر آئیں۔

"بے وقوف لڑکی! اب بالکل ٹھیک ہیں ابا جان۔ اگر ٹھیک نہ ہوتے تو میں انہیں اسپتال نہ لے جاتا ویسے میں نے ابو کو بھی فون کر دیا تھا، وہ بھی آنے والے ہیں۔ آکر چیک کر لیں گے۔" عمر اسے تسلی دینا چاہ رہا تھا۔

"اور تم کھڑی کیوں ہو، بیٹھ جاؤ۔" عمر نے کہا تو وہ چپ چاپ چیئر کے کنارے پر ٹک گئی۔

"ابا جان! آپ پلیز، آنکھیں کھول کر اپنی اس بے وقوف نواسی کی تسلی کرا دیں کہ آپ ٹھیک ہیں۔" عمر نے نانا جان کو مخاطب کیا تو انہوں نے آنکھیں ذرا سی کھول کر اس کی طرف چہرہ کیا تھا۔

"بس اب تو یقین آگیا نا۔ چلو اب جاؤ، منہ ہاتھ دھو لو۔ میں ہوں ابا جان کے پاس۔" عمر نے کہا تو وہ باہر آگئی۔ تھوڑی ہی دیر میں عمر بھی باہر آیا تھا۔

"ابا جان سو گئے ہیں۔ میں چیک کر کے آتا ہوں۔ تم ان کے پاس بیٹھو۔" عمر نے اس کے قریب آکر اسے مخاطب کیا تو وہ جو گم صم سی بیٹھی تھی، چونک کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا بات ہے سارہ! ڈر گئی ہو کیا؟" عمر اس کے تاثرات دیکھ کر جاتے جاتے رک گیا۔

"ادھر آؤ، بیٹھو ذرا اور بتاؤ اب کیوں پریشان ہو؟" عمر اسے صوفے پر بٹھا کر خود اس کے قریب پنجوں کے

بل آبیٹھا۔

"عمر بھائی! نانا جان کو بہت زیادہ تکلیف ہو رہی تھی۔ مجھے ان کے چہرے پر کرب کے تاثرات نہیں بھول رہے۔"

سارہ ایک بار پھر رو دی۔ عمر حیرت سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ وہ واقعی بہت حساس تھی۔ عمر کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے کیسے سمجھائے۔

"تکلیف تو واقعی بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن سارہ! انسان کو تھوڑا سا بہادر بننا پڑتا ہے۔ ہر قسم کی صورت حال کو فیس کرنے کا حوصلہ ہونا چاہیے۔ سوچو ذرا اگر مریض کو سنبھالنے والا ہی اپنے حواس چھوڑ دے تو بے چارے مریض کا کیا بنے گا۔" عمر نے ہلکا پھلکا انداز اختیار کیا۔

"اٹھو اب پانی وغیرہ پیو۔ بلکہ ایسا کرو اچھی سی چائے بنالو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" عمر کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ بھی سر ہلاتی کچن کی طرف چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

"عمر بھائی کی شادی ہو رہی ہے۔" ضوبیا تازہ ترین خبر لائی تھی۔

"اچھا کب ہو رہی ہے۔ کیا ڈیٹ فائنل ہوئی؟" ولید نے چونک کر پوچھا۔

"بس ذرا لڑکی فائنل ہو جائے پھر ڈیٹ بھی فائنل ہو جائے گی۔" اس نے اتنے اطمینان سے کہا جیسے لڑکی فائنل ہونا کوئی مسئلہ ہی نہ ہو۔

"لڑکی کے لیے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ لڑکی ہے نا۔" عون ٹی وی آف کرتے ہوئے ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"کون؟" ماہین چونکی۔ اس کی بھابھی کا انتخاب ہو رہا تھا اور اسے خبر بھی نہ تھی۔

"بوجھو تو جانیں۔" اس نے کسوٹی کھیلنا چاہی۔

"ماہ رخ امتیاز۔" ثانیہ فوراً بولی۔ "اس میں بوجھنے کی کیا بات ہے بھلا۔"

"ہاں واقعی۔" تقریباً سب ہی اس سے متفق تھے۔ "ابا جان بہت تعریفیں کرتے ہیں ماہ رخ کی۔ ان کا ووٹ یقیناً اسی کے لیے ہوگا۔"

"ہاں۔ کل مجھ سے بھی کہہ رہے تھے کہ بہت ذہین لڑکی ہے۔" سارہ کو بھی یاد آیا۔ کل شام کافی دیر تک نانا جان اس سے ماہ رخ کے متعلق بات کرتے رہے تھے۔

"صرف ابا جان کا ووٹ ہی نہیں، عمر بھائی کی خود بھی تو اس سے اتنی اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے اور یہی سب سے اہم بات ہے۔"

"لیکن اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ان دونوں کے مزاج میں بہت فرق ہے لیکن اس پر کوئی نہیں سوچ رہا۔" ماہین پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

"ہم کون ہوتے ہیں سوچنے والے، جب عمر بھائی نہیں سوچ رہے۔ انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کے ہی نام لیا ہوگا ماہ رخ کا۔" ثانیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ہاں یار! ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اس کا لائف پارٹنر اس کے ساتھ اس کے سرکل میں موو کر سکے اور یہ غلط بات بھی نہیں۔ اگر حقیقت پسندی سے سوچا جائے تو عمر بھائی کے ساتھ ایسی ہی لڑکی سوٹ کرے گی جو ان کی تمام دلچسپیوں میں ان کا ساتھ دے سکے، ورنہ ہمارے ہاں کی اکثر لڑکیاں تو شادی کے بعد روشی بجو اور عفی آپی کی طرح ہو جاتی ہیں کہ شوہر اگر اخبار بھی پڑھ رہے ہوں تو ان کا اصرار ہوتا ہے کہ اخبار ایک طرف رکھ کر یہ دیکھیں کہ دنیا میں بے ایمانی کس قدر ہو گئی ہے کہ سبزی والا ساری بھنڈیاں پکی پکی دے گیا۔ اب شوہر کو بے شک "پکی پکی بھنڈیوں" سے قطعاً کوئی دلچسپی نہ ہو لیکن بیوی کی خاطر "دنیا" کی اس بے ایمانی پر چند جملوں پر مشتمل اظہار خیال ضرور کرنا پڑے گا یا پھر شوہر کبھی غلطی سے کوئی نیوز چینل لگا لے تو فٹ بولیں گی۔ "چھوڑیں بھی، یہ فضول خبریں۔ ہر وقت دہشت گردی اور جنگ کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ بچوں پر کیا اثر پڑے گا۔ ذرا اسٹار پلس لگا دیں۔ "ساس بھی کبھی بہو تھی" آتا ہے۔"

ضوبیا نے مفصل نقشہ کھینچا تو سب کو ہنسی آگئی۔ وہ واقعی صحیح کہہ رہی تھی۔

"ویسے یہ خبر تمہیں ملی کہاں سے کہ عمر بھائی کی شادی ہو رہی ہے؟" ثانیہ کو اچانک خیال آیا تو ضویا سے پوچھا۔

"اباجان! تائی اماں سے بات کر رہے تھے' میں پوری بات تو نہیں سن سکی۔ بس اتنا ہی پتہ چلا تھا۔"

"ہم حق لڑکی! جب تھوڑی بات سن ہی لی تھی تو پوری ہی سن آتیں۔" سب کو ہی ادھوری بات معلوم ہونے پر تھوڑا افسوس ہوا تھا لیکن یہ افسوس عارضی تھا۔ اگلے روز نانا جان نے ناشتے کی میز پر خود ہی دھماکہ کردیا۔ سب لوگ بڑے مگن سے انداز میں ناشتہ کر رہے تھے' جب وہ بولے۔

"بھلا بتاؤ' میں نے رات کو فون کیا تھا شائستہ کو۔ کہنے لگی۔ اباجان! سارہ میری بیٹی ہے' اس سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گی۔ میں نے بھی جھاڑ دیا اسے۔ سارہ تمہاری بیٹی ہے تو عمر کوئی غیر ہے اور پوچھ لیں گے ہم خود ہی سارہ سے۔ وہ کیا انکار کرے گی۔ ٹھیک کہا نا میں نے؟"

وہ بڑے ماموں سے مخاطب تھے۔ میز پر موجود آدھے نفوس جو اس قصے سے ناواقف تھے' منہ کھولے انہیں سن رہے تھے۔ سب سے برا حال سارہ کا تھا جو نانا جان کی بات سمجھ کر بھی سمجھنے کو تیار نہ تھی۔ اس نے گھبرا کر بڑے ماموں اور منزہ ممانی کو دیکھا کہ شاید وہ نانا جان کی تصحیح یا تردید کردیں گے لیکن آج تو بڑے ماموں کا موڈ بھی خوشگوار تھا اور منزہ ممانی تو باقاعدہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ سارہ کے حلق میں لقمہ پھنس گیا۔ ضویا وغیرہ بھی اس سرپرائز پر اسی کی طرح منہ کھولے ہونق بنی سب کو دیکھ رہی تھیں لیکن پھر جب یقین آیا تو سب کے ہی چہرے جگمگا اٹھے۔ سب سے زیادہ خوشی تو ماہین کو ہو رہی تھی جس کی پوری کی پوری بتیسی باہر نکل آئی تھی۔ اس سارے منظر نامے میں صرف ایک عمر تھا جو پورے انہماک سے ناشتے میں مشغول تھا۔ یوں کہ جیسے اس سے زیادہ اہم کام فی الوقت کوئی اور نہیں۔

☆ ☆ ☆

سوچ سوچ کر اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ امی کو فون کیا تو انہوں نے اس کی پوری بات سنے اور سمجھے بغیر عمر کی ایک ہزار ایک خوبیاں گنوا ڈالیں۔ وہ کیا بتاتی کہ سارا مسئلہ ان خوبیوں کا ہی تو ہے لیکن پھر بھی امی نے اس سے کہا کہ اگر اسے عمر کی ذات پر کوئی اعتراض ہے تو وہ ابا جان سے بات کرلے لیکن کوئی ٹھوس وجہ ضرور بتائے کیونکہ اس کے بغیر وہ اس کی بات ہرگز نہ سنیں گے۔ وہ اپنے باپ کی عادت سے بخوبی واقف تھیں۔ اب بھلا عمر کی ذات پر اسے کیا اعتراض ہونا۔ اسے تو عمر پر ترس آرہا تھا' جس نے اپنی ذاتی خواہش پس پشت رکھتے ہوئے نانا جان کی خواہش پر سر تسلیم خم کردیا تھا۔ اتنے اچھے انسان کے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ باقی سب تو ان کی ماہ رخ سے پسندیدگی کو یکسر فراموش کر بیٹھے تھے لیکن اس کے ذہن سے یہ بات نکل کے نہیں دے رہی تھی۔ فون بند کرکے وہ سیدھی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ کس سے بات کرے۔ ماہین وغیرہ بہت خوش تھے۔

ولید' عون اور سعد تینوں اسے آتے جاتے چھیڑنا نہ بھولتے۔ عمر سے اس کے بعد کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ شام کو وہ نانا جان کے پاس بیٹھی تھی' تب عمر آفس سے آنے کے بعد وہاں آیا تھا۔ سارہ کو لگا جیسے اس نے ذرا غور سے اسے دیکھا ہے لیکن وہ اس کے وہاں بیٹھنے کے فوراً بعد وہاں سے اٹھ آئی۔ گھر میں سب کچھ بالکل ویسا ہی تھا لیکن عجیب سی بے کلی تھی جس نے سارہ کے وجود کا احاطہ کرلیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"عمر بھائی! مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" ہزار دقتوں سے خود کو راضی کرکے وہ عمر کے کمرے تک آئی تھی۔

"ہاں' آؤ بیٹھو۔" عمر کمپیوٹر پر کام کر رہا تھا' اسے دیکھ کر مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ بات کیسے شروع کرے۔ جھجک سی ہو رہی تھی۔

"عمر بھائی۔۔۔ عمر بھائی! آپ بہت اچھے ہیں۔۔۔" یہ یقیناً ایک ادھورا فقرہ تھا لیکن اسی سے عمر کے لبوں پر بھرپور مسکراہٹ دوڑ گئی جسے چھپانے کی اس نے قطعاً "کوئی ضرورت نہ سمجھی۔

"ویری گڈ۔ تم یہی بتانے آئی تھیں؟" عمر اس اطلاع پر ازحد متاثر نظر آرہا تھا۔

"عمر بھائی! پلیز، مذاق میں مت ٹالیں۔ میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں کہ آپ بہت اچھے ہیں۔"

"بائی گاڈ! میں مذاق میں نہیں ٹال رہا۔ مجھے بالکل یقین آگیا ہے کہ میں بہت اچھا ہوں۔" اس نے اسی لہجے میں کہا تو وہ زچ سی ہو گئی۔

"عمر بھائی! آپ نانا جان کے کہنے پر راضی ہوئے ہیں نا مجھ سے شادی پر۔ آپ پلیز انکار کردیں۔" اس نے صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی۔

"اوہ۔۔۔" وہ جیسے بات کی تہہ تک پہنچا۔ "اس نیک مشورے کی وجہ جان سکتا ہوں؟" اب وہ بھی کچھ کچھ سنجیدہ ہوا تھا۔

"عمر بھائی! ہر شخص اپنے لائف پارٹنر کے بارے میں کچھ نہ کچھ سوچتا ہے۔ آپ کے ذہن میں بھی ہو گا کہ آپ کی بیوی آپ کے جیسی آؤٹ اسٹینڈنگ ہو لیکن نانا جان کو یہ بات کون سمجھائے؟ میں نے ان سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ خفا ہو گئے۔ آپ پلیز انہیں بتادیں کہ آپ کیسی بیوی چاہتے ہیں بلکہ جب آپ ماہ رخ کا نام بتائیں گے ان کو تو وہ فوراً "سب کچھ بھول کر راضی ہو جائیں گے۔ انہیں بھی وہ بہت اچھی لگتی ہے۔" وہ عمر کی خود پر جمی نظریں محسوس کرکے اگرچہ گھبرا رہی تھی پھر بھی اپنے طور پر اسے راضی کرنے کی کوشش کی۔

"اور تم۔۔۔ تم کیا کرو گی؟" عمر نجانے کیا جانچ رہا تھا اس کے چہرے پر۔

"مجھے کیا کرنا ہے۔ رزلٹ آنے والا ہے۔ اکنامکس کی سپلی آئے گی۔ اسی کی تیاری کروں گی۔"

اس نے عمر کے جواب سے جانا کہ وہ اس کا موقف سمجھ گیا ہے، جب ہی ہلکے پھلکے ذہن کے ساتھ بڑی خوشی سے اپنے مستقبل کے پلان سے اسے آگاہ کیا۔

عمر ایک بار پھر تو صیغی نگاہوں سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ دل میں ایک کانٹا سا چبھا تھا، جب اس کے لبوں سے انکار کی بات سنی تھی۔ نجانے ذہن میں کیا کیا خدشات ابھرے تھے لیکن انکار کی اصل وجہ جان کر ہلکا پھلکا ہو گیا۔

"بائی داوے۔ تمہیں کس نے بتایا، مجھے کس قسم کی بیوی چاہیے؟" عمر کو اس صورت حال سے لطف سا آنے لگا تھا، سو مزید جرح کی۔

"میرے دل نے۔ میرا مطلب ہے، میں اگر خود کو آپ کی جگہ رکھ کر سوچوں تو میرا دل بھی یقیناً یہی خواہش کرے گا کہ میری بیوی بھی میری طرح ہو۔"

"محترمہ سارہ احمد صاحبہ! اپنے دل کو ذرا قابو میں رکھا کیجئے اور اس سے وہ مشورے قطعاً "نہ مانگا کیجئے جن کے لیے یہ قطعاً "نااہل ہو۔" وہ بدستور مسکرا رہا تھا۔ "تم بے فکر رہو، میں یقیناً اسی سے شادی کروں گا جو مجھے اچھی لگتی ہے اور تمہیں اس سلسلے میں زیادہ الفی شنسی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ سمجھیں، اور ہاں۔ ماہین سے کہو، ایک کپ چائے بھجوائے۔"

اس نے ہلکے پھلکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا تو سارہ بھی مطمئن ہو کر پلٹ آئی۔ اپنے تئیں وہ عمر کو انکار پر راضی کر چکی تھی۔ ایک مرحلہ تو سر ہو گیا تھا لیکن اس کا یہ اطمینان عارضی ثابت ہوا۔ نانا جان کو اچانک ہی عمر اور اس کے نکاح کا شوق اٹھا تھا۔ ہوا یہ کہ شارجہ سے امی آرہی تھیں۔ نانا جان نے ان کی آمد کا سنتے ہی سارا پروگرام ترتیب دے ڈالا۔ بٹی کو راضی کرنا ان کے لیے مسئلہ نہیں تھا۔ وہ بھی خوش تھے، امی بھی خوش ہو گئیں۔ امی کے ساتھ ساتھ بابا، مزمل اور مبشر کے آنے کا پروگرام بھی بن گیا۔ سب خوش تھے۔ وہ ایک بار پھر پریشان ہو گئی۔ عمر پر بھی شدید غصہ آیا۔ وہ سیدھی نانا جان کے پاس چلی آئی۔

"نانا جان! عمر بھائی نے آپ سے بات نہیں کی؟" اس نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

"ہاں کی تھی۔" نانا جان کسی سیرپ کے خالی ڈبے

پر درج ہدایات پڑھنے میں مشغول تھے۔
"پھر آپ نے کیا جواب دیا؟"
"میں نے جواب کیا دینا ہے۔ جھاڑ دیا اس کو۔ وہ بات ہی اتنی غلط کر رہا تھا۔" سارہ کا سانس رک سا گیا۔
"نانا جان! پلیز، سمجھنے کی کوشش کریں۔ ایسی غلط بات بھی نہیں کر رہے تھے وہ۔"
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" نانا جان نے نظریں سیرپ کے ڈبے سے ہٹا کر اس کے چہرے پر مرکوز کیں۔ "تم بھی یہی چاہتی ہو؟" انداز میں حیرت تھی۔
"سو فیصد نانا جان!" اس کا چہرہ جوش سے تمتما اٹھا۔
"تم دونوں تو احمق ہو۔ تمہیں نہیں پتہ حیات کی خصلت کا۔ بات بے بات الجھتا ہے۔ بڑھاپے میں تو اور سنکی ہو گیا ہے۔ سارا فنکشن بے مزہ کر دے گا۔"
"کون حیات؟ کس کا فنکشن؟" وہ ہونق بنی انہیں دیکھ رہی تھی۔
"تمہاری نانی کا بھنوئی۔ ساری زندگی میری اس سے نہیں بنی لیکن اب پوتے صاحب کو اخلاقیات کے اعلا تقاضے یاد آ رہے ہیں کہ نکاح کی تقریب میں ان لوگوں کو بھی انوائٹ کرنا ہے۔" نانا جان کے چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔
"اف میرے خدا۔" اس نے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔
"عمر بھائی نے یہی بات کی تھی صرف؟" وہ بے چارگی سے گویا ہوئی۔ کل رات کافی دیر تک وہ نانا جان کے پاس بیٹھا رہا تھا۔ اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ سارا معاملہ وہ خود ہی سنبھال لے گا لیکن نانا جان تو کچھ اور ہی اسٹوری سنا رہے تھے۔
"کمال ہے، میں موصوف کی فکر میں ہلکان ہوئی پھر رہی ہوں اور وہ مہمانوں کی فہرست فائنل کرتے پھر رہے ہیں۔"
"تم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا ہے سارہ بی بی! اب اگر وہ خود ہی اپنی پسند سے دستبردار ہو رہے ہیں تو تمہیں کیا۔"

دل کے کسی کونے سے خود غرض سی آواز آئی تھی لیکن وہ سارہ احمد تھی، خود غرضی سے نا آشنا۔ جب ہی اپنے دل میں اٹھنے والے اس خیال سے وہ پریشان سی ہو گئی۔
"کیا میں بھی عمر بھائی کو....." وہ بے اختیار سوچنے لگی لیکن اگلے ہی پل اس نے خود کو تسلی دی تھی۔ "وہ ہیں ہی اتنے اچھے کہ کوئی انہیں ناپسند کر ہی نہیں سکتا۔ ابھی میرے پاس بہت سے آپشنز ہیں۔" اس نے اپنے آپ کو مضبوط کیا اور پھر کسی فیصلے پر پہنچ کر مطمئن ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

سارہ نے انکار کر دیا۔
دو دن بعد گھر میں دھماکہ ہوا تھا۔ ناشتے کی میز پر موجود تمام نفوس کو سانپ سونگھ گیا۔ یہ دھماکہ امین ماموں نے کیا تھا۔ سارہ نے اس بار مضبوط وکیل کا سہارا لیا تھا۔ اسے اس سلسلے میں صرف ایک کام کرنا پڑا تھا۔ چار آنسو بہا کر امین ماموں کی توجہ اپنی ادھوری پڑھائی کی طرف دلوائی تھی۔ اپنے مستقبل کے خواب ان کے گوش گزار کیے تھے۔ ابھی تو اسے اپنا کیریر بنانا تھا۔ اپنے شاندار تعلیمی کیریر کا یہ انجام وہ کیسے دیکھ سکتی تھی اور امین ماموں بھانجی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اس سے اس کے "شاندار" تعلیمی کیریر کی تفصیلات پوچھنا بھی بھول گئے۔ یہ خبر فی الحال نانا جان تک نہیں پہنچائی گئی تھی۔ سو ان کی طرف سے سکون تھا۔ باقی سب اداس ہو گئے تھے۔ ولید کو شدید غصہ تھا اس پر۔ وہ خوب بھڑاس نکالتا تھا۔ عون اور سعد بھی وقتاً فوقتاً اسے سمجھاتے رہتے تھے لیکن وہ جو اس سارے قصے کا انتہائی اہم کردار تھا، وہ بالکل خاموش تھا۔ سارہ کو اس کی خاموشی سے ڈر سا لگنے لگا۔ نجانے کیوں اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھی اس سے خفا ہے۔ حالانکہ خفگی والی کوئی بات تو نہ تھی اس میں۔
وہ نانا جان کے پاس بیٹھی تھی، جب وہ چلا آیا۔ اس کے آنے پر وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھنے لگی تھی۔ عمر کا سرد رویہ اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔
"بیٹھو تم، کہاں جا رہی ہو؟" عمر نے اس کا ہاتھ پکڑ

کرا سے نانا جان کے بیڈ پر بٹھایا۔ "اور ساری بات بتاؤ لاجان کو۔" عمر نے کہا تو وہ گڑبڑا گئی۔ نانا جان حیرت سے پوتے کے تیور اور نواسی کے چہرے کا اڑا رنگ دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا؟" انہوں نے سوچا۔

"اپنی لاڈلی نواسی سے پوچھیں کہ کیا ہوا۔" عمر کا لہجہ بدستور خشک تھا۔ سارہ کو اس کے اجنبی انداز پر دکھ ہوا۔ جس کی خاطر اس نے زندگی میں پہلی بار خود سے کوئی فیصلہ کرنے کی جرأت کی تھی' وہ ہی اس کے موقف کو سمجھے بغیر اسے کٹہرے میں کھڑا کر رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ایک دم آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

"مجھے پتا تو چلے ہوا کیا ہے؟" نانا جان اس کے گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کو دیکھ کر بے چین ہو گئے تھے۔ جب ہی جھنجلا گئے۔ جھنجلا تو عمر بھی گیا تھا۔ اس کے آنسو دیکھ کر اس کے تنے ہوئے اعصاب ایک دم ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ سوچا تھا خوب ڈانٹ پڑوائے گا لاجان سے لیکن اب شرمندہ سا ہو گیا۔ وہ اسی کے لیے تو کر رہی تھی سب کچھ۔ "بے وقوف لڑکی!" وہ بڑبڑایا تھا۔

"ارے کوئی مجھے نہیں بتائے گا کہ کیا مسئلہ ہے؟" نانا جان کو بھی جلال آگیا۔

"مسئلہ کیا ہونا ہے لاجان! محترمہ فیل ہو گئی ہیں۔ اتنے دنوں سے میں کہہ رہا تھا کہ جب تمہیں اپنی کا اتنا پکا یقین ہے تو کچھ تیاری کر لو۔ لیکن نہیں کی۔ اب رو رہی ہیں۔" عمر نے انہیں فی الحال اصل بات سے بے خبر رکھنا ہی مناسب سمجھتے ہوئے بات کا رخ بدلا تو نانا جان نے سکون کا سانس لیا۔

"ارے سپلی آگئی تو اس میں رونے کی کیا بات ہے' میرا تو خود بی اے تیسری بار کلیئر ہوا تھا۔ پہلی بار امین کو نمونیہ ہو گیا۔ ساری ساری رات اسے گود میں لے کر ٹہلنا پڑتا تھا۔ تمہاری نانی کی نیند تو اس زمانے میں بھی غضب کی تھی۔ دوسری بار تمہاری ماں ڈیڑھ مہینے کی تھی' وہ بیمار ہو گئی۔ تیسری بار تمہاری نانی خود بستر سنبھال کر پڑ گئیں۔ لیکن اس بار میں نے بھی پروا نہیں کی۔ خوب دل لگا کر پڑھائی کی۔ ارے ہم نے تو بال بچوں والے ہو کر پڑھائی مکمل کی تھی' تمہاری طرح چھوٹے دل کے ہوتے تو کیا کر لیتے۔"

نانا جان اب اسے نصیحت کر رہے تھے۔ سارہ نے ان کی توجہ اپنے اوپر سے ہٹنے پر سکون کا سانس لیا۔

"تم شام کو تیار رہنا۔ میرے ساتھ ماہ رخ کے گھر چلو گی۔" نانا جان کی بات مکمل ہونے پر عمر آہستگی سے اس سے کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ آیا۔

"میں اور ماہ رخ کے گھر۔" وہ سراسیمگی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ جو بات مکمل کرنے کے بعد رکا نہیں تھا۔

"میں نہیں جاؤں گی کہیں بھی۔" اس نے دل میں پکا ارادہ کر لیا۔ لیکن اس نے شام ہوتے ہی ایک بار پھر یاد دہانی کروائی تھی۔ مرتا کیا نہ کرتا' وہ تیار ہوئی' تیار کیا ہونا تھا' الجھے ذہن کے ساتھ کپڑے بدل کر بالوں میں برش کیا اور باہر آگئی۔ ممانی کو بتا کر وہ گاڑی میں آبیٹھی جہاں عمر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ گویا اتنا یقین تھا اس کے آنے کا۔ اسے دیکھ کر اس نے فرنٹ ڈور کھول دیا۔ وہ خاموشی سے آکر بیٹھ گئی۔

"کیا میرا رزلٹ واقعی آگیا۔؟" سارے دن سے ذہن میں کلبلاتا سوال فوراً ہی نوک زبان پر آیا تھا۔

"نہیں۔ لیکن آجائے گا جلدی کیا ہے تمہاری تو سپلی ہی آئے گی۔ ہے نا۔" وہ پوری سنجیدگی سے بات کر رہا تھا۔

"ہاں' امید تو ہے۔" اس نے بھی سادگی سے جواب دیا۔ عمر کے لبوں پر ایک لمحے کے لیے مسکراہٹ دوڑی تھی۔

"ہم ماہ رخ کے گھر کیوں جا رہے ہیں۔؟" اس نے جھجکتے ہوئے اگلا سوال کیا۔

"تم سے کس نے کہا ہے کہ ہم ماہ رخ کے گھر جا رہے ہیں۔"

"ہائیں! آپ ہی نے تو بتایا تھا۔"

"اوہ۔ اچھا وہ تو میں نے یوں ہی کہا تھا۔" عمر کے اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا۔ اگر ماہ رخ کے نہیں ہاں جارہے تو پھر کہاں جارہے ہیں؟" وہ پریشان سی ہو گئی۔

"تمہیں اغوا کر رہا ہوں۔" اس کی پریشان شکل دیکھ کر وہ جھنجھلا سا گیا۔

"عمر بھائی! پلیز، آپ یوں تو بی ہیو نہ کریں میرے ساتھ۔" وہ روہانسی ہو گئی۔

"تو پھر کیا کروں۔ میڈلز پہناؤں تمہیں۔" اس نے الٹا اسی سے استفسار کیا۔

"میں نے کیا کیا ہے؟"

"تم نے کیا کرنا ہے۔ تم پر تو مدر ٹریسا بننے کا بھوت سوار ہے۔"

"آپ طنز مت کریں۔" وہ برا مان گئی۔ آخر نانا جان کی نواسی تھی۔ کچھ ضد اور انا تو اس میں بھی تھی۔

"تم نے شادی سے انکار کیوں کیا ہے؟" عمر نے قدرے سنسان سی جگہ پر گاڑی سائیڈ میں کر کے روکی تھی۔

"آپ بھی یہی سوال کر رہے ہیں۔" وہ شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں۔ کیونکہ مجھے ہی یہ سوال کرنا چاہیے۔"

"مجھے پتا تھا عمر بھائی! آپ ماہ رخ کو پسند کرتے ہیں۔ آپ کا مسئلہ یہی تھا نا کہ آپ نانا جان کو انکار نہیں کر سکتے۔ اس سلسلے میں میں نے بڑے ماموں سے بات کی تھی۔ لیکن اب تو آپ میرا ساتھ دیں۔"

"تمہارا ساتھ ہی تو دینا چاہتا ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔

"آئی پرامس۔ میں نانا نانا جان کو بھی خود ہی راضی کر لوں گی۔ پہلے تو میری خود سری پر ناراض ہوں گے لیکن پھر مان جائیں گے۔ کیونکہ وہ تو خود ماہ رخ کو اتنا پسند کرتے ہیں۔" اس نے پُرجوش ہو کر نہایت خوشگوار منظر نامہ پیش کیا۔

"ماہ رخ امتیاز تمہارے اعصاب پر کچھ زیادہ ہی سوار نہیں ہو گئی۔" عمر نے سر ہاتھوں پر گرا لیا۔ "اور تم سے کس احمق نے کہہ دیا کہ میں ماہ رخ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" وہ جھنجھلا ہی تو گیا۔

"میں تو پہلے دن سے ہی سب سے یہ سن رہی ہوں کہ آپ اور ماہ رخ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور آپ لوگوں میں اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہے۔" وہ سادگی سے وضاحت دے رہی تھی۔

"سب سے سنا اور یقین کر لیا اور میں جو بات اتنے دنوں سے تمہیں سمجھانا چاہ رہا ہوں وہ کیوں تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"کیسی بات؟" سارہ نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا لیکن اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی کچھ گڑبڑا کا احساس ہوا۔

"یہی کہ مجھے ماہ رخ امتیاز نہیں سارہ احمد اچھی لگتی ہے۔ اور میں اسی سے شادی کروں گا۔"

"جی!" اس کی آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ کئی ثانیوں تک تو وہ کچھ بول ہی نہ پائی۔ یقین نہیں آرہا تھا جو کچھ اس کے لبوں سے سنا تھا۔

"اور ماہ رخ۔" جب یقین آگیا تو بے ساختہ ہی زبان سے نکلا۔ عمر گہری سانس لے کر رہ گیا' یہ محترمہ تو اس کے اندازوں سے بھی زیادہ احساسِ ہمدردی کے جذبے سے سرشار تھیں۔

"ماہ رخ اور میری واقعی اچھی دوستی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم کلاس ٹو سے یونیورسٹی لیول تک اکٹھے رہے ہیں۔ لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ اچھے کلاس فیلو یا دوست ہونے کا قطعاً" یہ مطلب نہیں کہ آپ شادی بھی اسی سے کریں۔ اور جہاں تک ماہ رخ کی بات ہے تو تمہیں اس کے لیے بھی زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ لڑکی گزشتہ چار سالوں سے جس شخص کی محبت میں گرفتار ہے' وہ میں ہرگز نہیں بلکہ امریکہ میں مقیم اس کا فرسٹ کزن ہے۔ جس کی واپسی پر دونوں ہنسی خوشی رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائیں گے۔ اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تمہارے متعلق ابا جان نے مجھ سے کچھ نہیں کہا تھا بلکہ میں نے خود اپنے دل کی آواز پر تمہارا نام ان کے سامنے پیش کیا تھا کہ آپ کی یہ احمق سی نواسی جو سارے جہاں کا درد اپنے سینے میں سمیٹے ہوئے ہے۔ مجھے اچھی لگنے لگی ہے۔"

عمر کا انکشاف اس کے لیے حیران کن تھا۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اسی پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اس نے یک دم نظریں جھکا لیں۔

"تم نے جس سے جو کچھ سنا اس سے اپنی مرضی کا مطلب نکال لیا اور مشکل میں مجھے ڈال دیا۔" وہ بول رہا تھا اور اس کا سر شرمندگی سے جھکا جا رہا تھا۔

"تمہاری ذہانت کا اعلا معیار دیکھتے ہوئے مجھے بھی یقین آ رہا ہے کہ تمہاری اکنامکس میں سپلی لازمی آئے گی بلکہ شاید دو چار اور مضامین میں بھی۔"

"آپ مذاق کر رہے ہیں۔" اس نے اس سے زیادہ گویا خود کو یقین دلایا تھا۔ لیکن انداز میں پھر بھی تشویش تھی۔ عمر کو ہنسی آگئی جسے چھپانے کی اس نے قطعاً ضرورت نہ سمجھی۔

"اب آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔" وہ برا مان گئی۔

"میں مذاق قطعاً نہیں اڑا رہا۔ حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ اور سنو اگر کوئی شک کا کیڑا دماغ میں کلبلا رہا ہو تو ابھی بتا دو، کبھی گھر جا کر دوبارہ کسی کے ساتھ ہمدردی کا دورہ پڑ جائے۔"

"عمر بھائی! پلیز ایسی بات تو نہ کریں۔" وہ خفیف ہو رہی تھی۔ "اب جب کہ پتا چل گیا ہے کہ میں ان ہی کی خاطر یہ سب کر رہی تھی تو پھر طنز کیوں کیے جا رہے ہیں۔"

"ایسی بات نہ کروں تو پھر کیسی بات کروں؟" وہ ایک دم مسکرایا۔ وہ گڑبڑا گئی۔

"مجھے نہیں پتا۔ آپ بس گھر چلیں۔ دیر ہو رہی ہے۔ سب انتظار کر رہے ہوں گے۔"

"کوئی انتظار نہیں کر رہا ہوگا۔ میں بتا کر آیا ہوں کہ ہم ڈنر باہر کریں گے۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ کس کو بتا کر آئے ہیں؟"

"امی کو بھی اور ماہین وغیرہ کو بھی۔" عمر کے اطمینان میں قطعاً کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"اف خدایا۔ ممانی کیا سوچ رہی ہوں گی اور ماہین کے جب ہی دانت نکل رہے تھے۔" پہلے تو اسے فکر ہوئی پھر ڈھیروں غصہ آگیا۔

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"کیوں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم سے اظہار محبت کا موقع جو نہیں مل رہا تھا۔ میرے گھر آتے ہی تم ابا جان کے پاس جا گھستی تھیں۔ اگر ان کے سامنے کچھ کہہ دیتا تب بھی تم نے ہی ناراض ہونا تھا۔"

"اف توبہ، یعنی کہ آپ نانا جان کے سامنے بھی کچھ کہہ سکتے تھے۔" وہ غصہ بھول کر حیرت سے آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگی۔ عمر کو اس کے انداز پر ہنسی آگئی۔

"او کم آن یار! تمہیں کم از کم اب تو میری شرافت پر یقین آجانا چاہیے۔ اس وقت تو ابا جان نہیں ہیں، میں نے پھر بھی اظہار محبت دل میں رکھ لیا ہے، مناسب موقع کے انتظار میں۔"

"اچھا عمر بھائی! اب چلیں، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" اس نے گھبرا کر اس کی بات کاٹی۔

"یہ عمر بھائی تو نہیں لگ رہے آج۔" وہ ہلکے سے بڑبڑائی تھی۔

"پچھلے پندرہ منٹ میں چوبیسویں بار تم نے مجھے بھائی کہا ہے۔ پچیسویں بار میں نے تمہاری زبان سے یہ لفظ سنا تو گاڑی سے اتار دوں گا۔ سمجھیں۔"

خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے عمر نے گاڑی اسٹارٹ کی تو اسے ہنسی آگئی۔ عمر کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ طمانیت کے احساس نے اس کے وجود میں جگہ بنائی تھی۔ صاف ستھری سوچ رکھنے والی اس پُرخلوص لڑکی کی رفاقت میں زندگی کا سفر یقیناً "خوشگوار گزرے گا۔ اس کا اسے یقین ہو چلا تھا۔